ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

14 تا 20 دسمبر 2006ء

www.tanzeem.org

ہمارا کام: فرض کی ادائیگی

جب کوئی مقصد کسی کے سامنے رکھا جاتا ہے، تو وہ پوچھتا ہے کہ اس کا انجام کیا ملے گا؟ وہ ادائے فرض کے معاملے کو دکانداری بناتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ نتیجہ کب نکلے گا؟ لیکن فرض اس امر کا محتاج نہیں ہے کہ نتیجہ کیا اور کیا پیدا ہوگا! اگر فرض، فرض ہے، تو ہمیں چاہیے کہ ہم اسے پورا کریں۔ نتیجے پر غور کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ دنیا میں بیج ہے، زمین ہے، انسان ہے اور اس دنیا پر اللہ بھی ہے۔ کیا تم اللہ کا کام، اللہ کی زمین پر کر سکتے ہو؟ تم تو یہ کر سکتے ہو کہ تمہاری جھولی میں جو دانہ ہے، زمین کے سپرد کر دو۔ پھر وہ اللہ ہے جو اپنی رحمت کو بھیجتا ہے، اور اپنے بادل کو برساتا ہے، اور جو بیج تم نے زمین کے سپرد کر دیا تھا، اس کو بار آور کرتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ دیکھو، زمین صالح ہے، دانہ سچا ہے۔ اگر تمہارے ایمان کا دانہ سچا ہے اور تم نے اسے اپنے دل کی جس سرزمین میں ڈالا ہے، وہ سرزمین شور نہیں ہے، تو ضرور ہے کہ وہ دانہ زمین کے پردے کو چاک کرے گا اور اپنی کامیابی کا سر نکالے گا۔

خطباتِ آزاد
ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

16 دسمبر

انسانیت کے نام قرآن کا پیغام (II)

اسلام میں سود کی حرمت اور قرضِ حسنہ کی ترغیب

یافہ کا آخری معرکہ

اخلاقِ حسنہ اور اُس کی بنیادیں

تعلیم وتدریس اور کردار سازی

کون کہتا ہے......؟

تفہیم المسائل

عالم اسلام

سورۃ المائدہ

(آیات:33 تا 35)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾﴾

''جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں' اُن کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں' یا سولی چڑھا دیے جائیں' یا اُن کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں' یا ملک سے نکال دیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں اُن کی رُسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے۔ ہاں جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمہارے قابو آ جائیں' توبہ کر لی۔ تو جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے راستے میں جہاد کرو' تاکہ رستگاری پاؤ۔''

یہ آیت محاربہ سے متعلق ہے۔ محاربہ یہ ہے کہ کوئی شخص اسلامی ریاست میں فتنہ پیدا کرے' فساد مچائے' خونریزی' قتل و غارت یا رہزنی کرے' یا کچھ لوگ گینگ ریپ کے مرتکب ہوں وغیرہ۔ ایسے لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو چیلنج کرتے ہیں' اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں' اُن کی سزا دنیا میں یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے' بلکہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں' یا انہیں سولی پر چڑھایا جائے یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں' (ایک سمت کا ہاتھ دوسری سمت کا پاؤں) یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے اور آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے' سوائے ان لوگوں کے جو تمہاری گرفت میں آنے سے پہلے پہلے توبہ کر لیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ کچھ نرمی کی جا سکتی ہے۔ جان لیجئے' کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ حضرت علی ؓ نے خوارج کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا۔ انہیں کہا تھا کہ اگر تم اپنے غلط عقیدے پر قائم ہو تو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا لیکن اگر تم قتل و غارت اور خونریزی کرو گے تو پھر میں تمہارے ساتھ رعایت نہیں کر سکتا۔

اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اُس کا وسیلہ یعنی قرب تلاش کرو۔ ''وسیلہ'' کے اس لفظ نے لوگوں کو کافی پریشان کیا ہے' کیونکہ اردو میں وسیلے کا لفظ ''ذریعہ'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی میں وسیلہ کے معنی ''قرب'' کے آتے ہیں۔ عربی میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ اُن کا مفہوم اردو سے بالکل مختلف ہے مثلاً ذلیل کا لفظ۔ عربی میں اس کے معنی ''کمزور'' کے ہیں جبکہ اردو میں اس کے معنی ہیں کمینہ۔ اس طرح دونوں معانی میں زمین و آسمان کا فرق آ گیا۔ قرآن میں آیا ہے ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ ''(اے مسلمانو! یاد کرو) اللہ نے تمہاری مدد کی تھی بدر میں جبکہ تم بہت کمزور تھے'' اب اگر یہاں ذلیل کا ترجمہ اردو والا کر دیا جائے تو ہمارے ایمان کے ہی لالے پڑ جائیں گے۔ اسی طرح عربی میں ''جھل'' کے معنی ہیں جذباتی ہونا' اکھڑ مزاج ہونا' جبکہ اُردو میں جاہل عالم کا متضاد ہے' یعنی ان پڑھ۔ اسی طرح کا معاملہ لفظ ''وسیلہ'' کا ہے۔ اُردو میں وسیلہ کا لفظ ''ذریعہ'' جبکہ عربی میں ''قرب'' کے لئے آتا ہے۔ اس اعتبار سے ''وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' کا مطلب ہوگا ''اور اُس کا قرب تلاش کرو۔'' اللہ کی ناراضی اور نافرمانی سے بچو' گناہ سے بچتے رہو' یہ ایک منفی تصور ہے۔ اس کے بالمقابل مثبت تصور ''وسیلہ'' ہے' یعنی پرہیزگاری میں آگے بڑھتے چلو اور اللہ کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتے جاؤ۔ لیکن اس کے تقرب کا ذریعہ کیا ہوگا۔ یہ کہ اس کی راہ میں جہاد کرو' تاکہ تم فلاح پاؤ۔

فرمانِ نبویؐ

قربانی کے جانور کے بارے میں ہدایات

چودھری رحمت اللہ بٹر

عن براء بن عازب رفعه قال: ((لَا یُضَحّٰی بِالْعَرْجَاءِ بَیِّنٌ ظَلَعُهَا وَلَا بِالْعَوْرَاءِ بَیِّنٌ عَوَرُهَا وَلَا بَالْمَرِیْضَةِ بَیِّنٌ مَرَضُهَا وَلَا بِالعَجْفَاءِ الَّتِی لَا تُنْقِی)) (رواہ الترمذی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لنگڑے جانور کی قربانی نہ کی جائے جس کا لنگڑا پن واضح ہو' اور نہ ایسے جانور کی جس کی ایک آنکھ خراب ہو اور اس کی خرابی نمایاں ہو' اور نہ ایسے جانور کی جو بہت زیادہ بیمار ہو' اور نہ ہی ایسے کمزور اور لاغر جانور کی جس کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا ہو۔''

تشریح: قربانی دراصل بندہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں نذر ہے' اس لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے اپنی استطاعت کی حد تک اچھے جانور کا انتخاب کیا جائے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا: (ترجمہ) ''تم نیکی کے مقام کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں مرغوب و محبوب ہوں۔''

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سولہ دسمبر

ایسے لوگ تو اب پاکستان میں شاید آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ ہوں جنہوں نے بہ چشم سر پاکستان کو بنتے دیکھا' البتہ اُن لوگوں کی اکثریت موجود ہے جنہوں نے پاکستان کو اپنی آنکھوں سے ٹوٹتے دیکھا۔ پینتیس سال قبل 16 دسمبر کو بی بی سی صبح سے یہی یہ خبر دے رہا تھا کہ مشرقی پاکستان میں افواج پاکستان نے بھارت کی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں' لیکن لوگ 1965ء میں بی بی سی کی لاہور پر قبضہ کی جھوٹی خبر کا حوالہ دے کر ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے۔ لوگ یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے کہ پاکستان کی فوج کٹ مرے گی' کبھی بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے گی۔ لیکن رات جب صدر یحییٰ نے اپنی نشری تقریر میں یہ کہا کہ ہم نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت مشرقی محاذ سے عارضی پسپائی اختیار کر لی ہے' تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہم سے جھوٹ کون بول رہا تھا' ہمیں ترانے سنا کر بہلا کون رہا تھا۔

مسلمانانِ پاکستان کو لگنے والا یہ زخم بڑا کاری تھا۔ اُدھر اندرا گاندھی غرّا رہی تھی' ہم نے ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکا دیا' ہم نے نظریۂ پاکستان کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا۔ اندرا گاندھی دشمن تھی۔ ہمارے زخموں پر نمک چھڑکنا اُس کا حق تھا۔ اہلِ مغربی پاکستان اِس غم سے چند دن نڈھال رہے۔ بعض لوگ دیواروں سے سر ٹکراتے اور بعض اللہ کے حضور سجدوں میں گڑگڑاتے دیکھے گئے۔ ایک امید پیدا ہوئی کہ یہ قوم عزمِ نو کے ساتھ بیدار ہوگی۔ حکمران بھی شہاب الدین غوری کا سا طرزِ عمل اختیار کریں گے۔ لیکن جس طرح مرنے والے گھر میں اہلِ خانہ چند دن روتے پیٹتے ہیں اور واویلہ کرتے ہیں پھر قل اور چالیسواں سے فارغ ہو کر وہ اللہ اور رسول سے بھی فارغ ہو جاتے ہیں' کہ جسے مرنا تھا وہ مر گیا' ہم تو زندہ ہیں۔ ہمیں تو سب کچھ اِس زندگی کے لئے کرنا ہے۔ پاکستان کی وفات پر بات اِس سے بھی آگے نکل گئی۔ ہمیں بتایا گیا کہ مشرقی پاکستان تو جونک کی طرح مغربی پاکستان کا خون چوس رہا تھا۔ اب ہم ترقی کریں گے۔ جمہوریت ہماری سیاست ہوگی اور اسلام ہمارا دین ہوگا اور روٹی کپڑا مکان سب کا حق ہوگا۔ شرمناک شکست کا بدلہ لینا' ڈوبے ہوئے نظریے کو کنارے لگانا' ہم نے سب کچھ فراموش کر دیا۔

بہرحال تیس سال اچھے برے کھینچ تان کر ہم نے کسی بڑے حادثے سے دوچار ہوئے بغیر گزار لئے۔ لیکن اِن تیس سالوں کی تقسیم کچھ ہوئی یوں کہ پہلے سات سال ہم نے سوشلزم کے کفر کے خلاف جنگ کی۔ اگلے گیارہ سال اگرچہ سوشلزم والوں کی پیٹھ پر کوڑے برستے رہے' لیکن اکثریت منافقت کی ٹھنڈی چھاؤں تلے پاؤں پھیلا کر سوئی رہی۔ پھر جب وردی فضا میں بھڑک اٹھنے والی آگ سے بھسم ہوگئی اور دانتوں کے سوا کچھ نہ بچا' تو ہم نے جمہوری تھیٹر سجا لیا۔ دنیا کو بھی تماشا دکھایا اور خود بھی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئے۔ اِس تھیٹر نے بھی کھڑکی توڑ گیارہ سال نکالے۔ 1999ء میں یہ بھی اجڑ گیا' اور ہم کورابیشو کے دور میں داخل ہو گئے' لیکن عوام ابھی خوشی منا رہے تھے' ابھی تو مبارک سلامت جاری تھی کہ نائن الیون ہو گیا۔ زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے کورابیشو لپیٹ کر سنبھال لیا گیا' یا یوں کہہ لیں کہ کورابیشو کو روشن خیالی کا کفن پہنا کر دفن کر دیا گیا۔ مکتی باہنی نے جو کام تیس سال پہلے ہماری جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ کیا تھا' وہی کام اب روشن خیالی کو ہماری نظریاتی سرحدوں کے خلاف سونپا گیا ہے۔ آج پھر ہم حالتِ جنگ میں ہیں۔ مکتی باہنی کو بھارتی فوجوں کی مدد اور حمایت حاصل تھی' روشن خیالی کو سپر پاور امریکہ کی حمایت حاصل ہے۔ روشن خیالی کے خلاف مساجد میں علمائے کرام اور پارلیمنٹ میں ایم ایم اے والے صف بندی کر رہے ہیں۔ کچھ سرحدی جھڑپیں بھی ہو رہی ہے' لیکن ہمیں یہ کہنے میں باک محسوس نہیں ہو رہی کہ جو حالت مشرقی پاکستان میں افواج پاکستان کی تھی' کچھ ایسی حالت ہی اِس جنگ میں مذہبی عناصر کی ہے۔ وہاں لوٹ کھسوٹ اور بے آبرو کرنے کے الزامات تھے' یہاں اسمبلیوں کی نشستیں' مراعات اور مفادات پاؤں کی زنجیر بن رہے ہیں۔ حالات کس قدر مشابہ ہیں' انتشار و افتراق اُس وقت بھی تھا' آج بھی ہے۔ سیاسی عدمِ استحکام اُس وقت بھی تھا' آج بھی ہے۔ باہمی اعتماد کا فقدان (باقی صفحہ 17 پر)

"تا خلافت کی بنا" دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 | 14 تا 20 دسمبر 2006ء | شمارہ 45
22 تا 28 ذوالقعدہ 1427ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود - ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان - محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان

انڈیا..................(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چھیالیسویں غزل

(بالِ جبریل' حصہ دوم)

ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک — اگرچہ مغربیوں کا جنوں بھی تھا چالاک
مئے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پُرسوز — نصیبِ مدرسہ یا رب یہ آبِ آتشناک!
عُروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام — یہ کہکشاں' یہ ستارے' یہ نیلگوں افلاک!
یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا؟ — دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بیباک!
تو بے بصر ہو تو یہ مانعِ نگاہ بھی ہے — وگرنہ آگ ہے مومن' جہاں خس و خاشاک!
زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ — کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک!
جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی — میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لَوْلَاکَ!

1۔ اگرچہ اقوامِ مغرب بھی لذتِ عشق سے آشنا ہیں' اور اُن کے عشق میں بھی فرزانگی کی شان پائی جاتی ہے' لیکن اِس کے باوجود کسی کا گریباں چاک نہ ہو سکا' یعنی کوئی شخص اللہ کی راہ میں سر نہ کٹا سکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا جنون قوتِ فکر کا نتیجہ ہے نہ کہ قوّتِ ذکر کا۔

اقبال کا مطلب یہ ہے کہ جنون کا رنگ مغربی اقوام میں بھی پایا جاتا ہے' یعنی اہلِ مغرب بھی کسی مقصد کے حصول کے لیے جان قربان کرتے ہیں۔ مثلاً قطب شمالی اور قطب جنوبی اور کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں دریافت کرنے اور سائنسی تحقیقات کے ضمن میں آئے دن مغرب کے لوگ اپنی جانیں قربان کرتے رہتے ہیں' لیکن یہ جنون عملی تحقیقات یا دنیاوی مفادات و معاملات میں ظاہر ہوتا ہے۔ نہ اُن کو ماسوا اللہ سے بیگانہ بنا سکتا ہے اور نہ اللہ کے لیے جان دینے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ ہاں دنیاوی مقاصد کے لیے وہ لوگ بے شک سر ہتھیلی پر رکھ لیتے ہیں۔

2۔ زندگی میں سوز و گداز کا رنگ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب آدمی کو اللہ کی ہستی پر یقین کامل حاصل ہو جائے۔ خدا کرے کالجوں اور مدرسوں میں پڑھنے والے بھی اس شراب کی لذت سے آشنا ہو جائیں۔ اقبال کا مطلب یہ ہے کہ کالج اور مدرسے کی تعلیم سے یقین کا رنگ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے عشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

3۔ اللہ نے تمام کائنات کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ انسان اپنی خودی کو درجۂ کمال تک پہنچا کر کائنات پر حکومت کرے۔ یہ کہکشاں' یہ ستارے' یہ اجرامِ فلکی' اور یہ تمام افلاک' یہ سب انسان کے محکوم اور خادم ہیں۔

4۔ نہایت بلیغ شعر ہے۔ اقبال نے تین لفظوں میں عصرِ حاضر کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ اس جگہ کائنات سے مراد کسی شے کی حقیقت یا اس کے عناصرِ ترکیبی ہیں۔ یہ اُردو کا محاورہ ہے' اور چونکہ اس میں تحقیر کا رنگ پایا جاتا ہے' لہٰذا اس مصرع میں بہت برمحل استعمال ہُوا ہے۔

کہتے ہیں کہ عصرِ حاضر یعنی مغربی تہذیب سے انسانوں کو جو فوائد حاصل ہوئے ہیں' اُن کی کُل کائنات یہ ہے کہ اُن کے دماغ تو بے شک روشن ہو گئے ہیں' لیکن اُن کا دل بے نُور ہو گیا ہے' اور اُن کی نگاہ میں بے حیائی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کی بنیاد مادیت پر ہے' اور مادہ پرستی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور نگاہ میں بے حیائی پیدا ہو جاتی ہے۔

5۔ اے مسلمان! اگر تجھ میں روحانیت نہ ہو' یعنی اگر تیرا نصب العین اللہ نہ ہو' تب تو یہ دنیا بے شک مانع نگاہ بن سکتی ہے' یعنی تجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی' لیکن اگر تُو صاحب بصیرت ہے تو تجھے بہ آسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ دنیا محض خس و خاشاک ہے اور تیری ہستی اس کے حق میں بہ منزلۂ آتش ہے۔

6۔ دنیا تو یہ سمجھتی ہے کہ صرف عقل انسان کی رہنمائی کر سکتی ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ عشق بھی صاحب ادراک ہے اور انسان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ لیکن وہ عشق نہیں جو زن' زر اور زمین کا ہے' بلکہ وہ جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے منسوب ہے۔

7۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ تمام دنیا مردِ مومن کا ورثہ ہے' اور اس دعوے کی تصدیق ''لولاک'' سے کی گئی ہے' یعنی یہ کہ یہ کائنات اللہ نے محض حضور اکرم ﷺ کے لیے پیدا کی ہے۔ اس شعر کا مضمون وہی ہے جو قبل ازیں غزل نمبر 10 میں مذکور ہو چکا ہے:

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

منبر و محراب

انسانیت کے نام
قرآن حکیم کا پیغام
(III)

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 24 نومبر 2006ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ البقرہ کی آیات 22 اور 23 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

حضرات! ''انسانیت کے نام قرآن حکیم کا پیغام'' کے حوالے سے گزشتہ جمعے میں سورۃ البقرہ کی آیت 21 پر گفتگو کی گئی تھی۔ مذکورہ آیت کے ذیل میں واضح کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بندگی کی دعوت دی ہے' اور یہ وہ دعوت ہے جو انسان کی فطرت کی پکار ہے۔ اِسی کے لئے جن وانس کو پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی دنیا و آخرت میں نجات کا مدار اِسی پر ہے۔ آج دنیا بھر میں ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ اِس کی اصل وجہ اللہ کی بندگی اور اطاعت سے انحراف ہے۔ اگر انسان آخرت کی کامیابی اور دنیا میں پائیدار امن و امان کا قیام کا خواہاں ہے' تو اُسے زندگی کے تمام پہلوؤں میں اپنے خالق و مالک کی بندگی اختیار کرنا ہوگی۔ ورنہ دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اُس کا مقدر میں ہوگا۔

دعوت بندگی کے بعد اگلی آیت میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات کا تذکرہ کیا گیا' اور بعدازاں اُسے شرک جیسے گھناؤنے جرم سے منع کیا گیا ہے۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا ......﴾

''جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا''

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین مسخر کردی ہے۔ اب تم جیسے چاہو اُس پر چلو پھرو۔ اس کے اندر ہل چلا کر زراعت کرو' اس میں سے راستے بناؤ۔ زمین کو انکار کی مجال نہیں۔ اسی میں سے تمہارے رزق کا سامان نکل رہا ہے۔ تم زمین میں بیج ڈال دیتے ہو' مگر بیج کے اندر ایک مکمل پودا بننے کی صلاحیت کس نے رکھی ہے۔ کیا یہ کسی سائنسدان کا کمال یا تمہاری اپنی کاریگری کا نتیجہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صلاحیت اُس ہستی نے رکھی ہے' جو پوری کائنات کی خالق و مالک ہے۔ وہی موسم کو موزونیت عطا کرتا ہے۔ وہی مٹی کی تاریکی میں بیج کی نشوونما کرتا ہے' تا آنکہ بیج سے پودا باہر نکل آتا ہے۔ پھر وہی اُس کو پروان چڑھاتا ہے۔ اقبال کی ایک بہت خوبصورت نظم ہے۔ چند اشعار سنیے' فرماتے ہیں!

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نُورِ آفتاب؟
کس نے بھردی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟

تم زمین میں بیج ڈال دیتے ہو' مگر بیج کے اندر ایک مکمل پودا بننے کی صلاحیت کس نے رکھی ہے۔ کیا یہ کسی سائنسدان کا کمال یا تمہاری اپنی کاریگری کا نتیجہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صلاحیت اُس ہستی نے رکھی ہے' جو پوری کائنات کی خالق و مالک ہے

موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟
دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں' تیری نہیں!
تیرے آبا کی نہیں' تیری نہیں' میری نہیں!

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے' اور تم اِس سے فائدے اٹھاتے ہو' مگر تم اُس کے مالک نہیں ہے۔ یہ کسی جاگیردار کی ملکیت نہیں ہے۔ لوگوں کو اِس پر حق تصرف دیا گیا ہے اور یہ حق بھی صرف اُن کا ہے جو اُسے کاشت کرتے ہیں۔ اسلام میں جاگیرداری نظام کی گنجائش نہیں ہے۔

﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾

''اور آسمان کو چھت (بنایا)''

اللہ نے تمہارے لئے زمین ہی نہیں بنائی بلکہ آسمان کو بھی تمہارے لئے بطورِ چھت بنایا۔ یہ چھت کس انداز سے ہے' اس کو سمجھ لیجئے۔ آج کل لوگ مختلف تاویلات کرتے ہیں کہ سات آسمان سے کیا مراد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سات آسمان مختلف ''Sephere'' ہیں اور یہ زمین کے کرّے کے اندر ہیں' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ سبع سموات کا تصور اِس سے بہت بلند ہے۔ اُس تک تو ابھی انسان کی رسائی ہی نہیں ہوئی' قرآن کہتا ہے:

﴿زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ﴾

(حٰم السجدہ:12)

''اور ہم نے آسمان دنیا کو قمقموں (ستاروں) سے مزّین کیا''

گویا سب سے نچلا آسمان جو ہمیں دکھائی دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے قمقموں سے سجایا۔' باقی چھ آسمانوں تک تو ہماری رسائی نہیں ہے۔ لیکن ایک اور اعتبار سے اس زمین پر بھی کرۂ ہوائی کی صورت میں بھی ایک چھت فراہم کی گئی ہے۔ اگرچہ ہم زمین سے براہ راست اربوں نوری سال کے فاصلے پر واقع کسی بھی ستارہ کو ٹیلی سکوپ کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ تاہم فلکیات کا علم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے گرد ایسی گیسیز اور ایسا کرہ بنایا ہے جو ہمارے لئے چھت کا کام کررہا ہے۔ اور اس میں اللہ نے ایسی چیزیں رکھ دی ہیں کہ باہر سے کوئی ''object'' آتا ہے تو وہ جل کر خاکستر ہوجاتا ہے۔ یہ گویا اہل زمین کی حفاظت کا نظام ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں پر زندگی کب کی ختم ہوچکی ہوتی۔

آگے فرمایا:

﴿ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ﴾

''اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کے میوے پیدا کئے''

آسمان سے بارش برسانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ نظام بھی اسی کا تخلیق کردہ ہے' اور وہ اُسی پر پورا حاوی بھی

ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی بارش کے پانی کے ذریعے تمہارے لئے پھل نکالے تمہاری روزی کے لیے سبزیاں اُگائیں۔
جب تمہارا رب اتنا مہربان ہے تو تمہیں چاہیے کہ

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:22)

''پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو''

دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اس کا مدمقابل نہ ٹھہرانا۔ کسی اور کو وہ مقام نہ دینا جو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقام بلند کیا ہے؟ وہ یہ کہ جو کچھ بھی مانگنا ہے صرف اسی سے مانگو۔ صرف وہی بندگی کے لائق ہے۔ اپنی امیدیں اُسی سے وابستہ کرو۔ اس لیے کہ سب کچھ اُسی کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ اب اگر اللہ کو چھوڑ کر کسی اور در پر سر جھکا رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اُسے اللہ تعالیٰ کا مدمقابل بنا دیا۔ آج مسلمان حکمرانوں نے اسی مقام پر امریکہ کو لا بٹھایا ہے۔ وہ اللہ کی نافرمانی اور امریکہ کی بلا چون و چرا اطاعت کر رہے ہیں۔ وہیں سے نئے ''دین و شریعت'' کے احکام آتے ہیں اور امریکہ کے وفادار ''خادمان'' انہیں نافذ کرتے ہیں۔

ساتھ ہی فرما دیا کہ تم جانتے ہو کہ اللہ کا کوئی مدمقابل نہیں' یہ تمہاری فطرت کی پکار ہے۔ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد برپا ہو جاتا۔ ہر معبود اپنے بندوں کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر خداؤں میں رسہ کشی ہوتی۔ کائنات کا اتنا عظیم نظام اگر بغیر کسی رخنے کے چل رہا ہے تو یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ کائنات کا خدا ایک ہی ہے۔

پس کائنات کی اصل حقیقت توحید ہے۔ طلوع اسلام کے وقت دنیا اس سے منہ موڑ چکی تھی۔ مشرکین عرب تو شرک میں مبتلا تھے ہی' خود آسمانی شریعتوں کے حامل نصاریٰ اور یہود بھی شرک کی نجاستوں کا شکار تھے۔ نصاریٰ مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا باطل عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے۔ اِسی کا نام تثلیث ہے۔ قرآن نے اُن کا قول نقل کیا ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ (المائدہ:73)

''تحقیق کفر کر چکے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے۔''

یہود بھی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ دونوں گمراہ قوموں کے عقیدے کے متعلق فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ بْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (التوبہ:30)

''اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں اُن لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار ان پر' یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔''

حالانکہ یہ اُن کی بہت بڑی جسارت اور گستاخی ہے' کیونکہ

﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (مریم)

''اور خدا کو شایان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔''

مسلمان امتوں میں ایک اور شرک بھی آ جایا کرتا ہے' وہ یہ کہ اپنے علماء اور صوفیاء کو حلال و حرام کا اختیار دے دینا۔ اُن کے متعلق یہ خیال کرنا کہ جس چیز کو وہ حلال قرار دیں گے وہ حلال ہے اور جس کو حرام کہیں گے وہ حرام ہوگی' چاہے اللہ کی کتاب کا فیصلہ اس کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔
اس شرک کی بابت فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ:31)

''انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا''

بلا شبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اُن کا کام آسمانی ہدایت کی اشاعت اور اُس کی تشریح و وضاحت ہے' مگر انہیں یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیں۔ اگر علماء اور صوفیاء کے متعلق کسی شے کو حلال اور حرام کرنے کا یقین رکھا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر 31 اسی کی وضاحت کرتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم' جو پہلے عیسائی تھے' جب نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے منجملہ اور سوالات کے ایک یہ سوال بھی کیا تھا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا' کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔ فرمایا' بس یہی ان کو خدا بنا لینا ہے۔ (بدقسمتی سے ہمارے ہاں تصوف میں کہیں کہیں اسی قسم کے تصورات

پریس ریلیز

6 دسمبر 2006ء

تحفظ نسواں بل پاکستان میں مغربی تہذیب کو مسلط کرنے کی سازش کا حصہ ہے۔

بل کے مخالف منافق نہیں بلکہ قرآن وسنت کے خلاف قانون بنانے والے ازروئے قرآن کافر' ظالم اور فاسق ہیں

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے صدر مشرف کے حالیہ بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ نسواں بل کے مخالف منافق نہیں بلکہ قرآن وسنت کے خلاف قانون بنانے والے ازروئے قرآن کافر' ظالم اور فاسق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بل پاکستان میں مغربی تہذیب کو مسلط کرنے کی سازش کا حصہ ہے جس کا خواتین کے تحفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بل سے بے حیائی میں اضافہ ہوگا۔ حکمران اس غیر شرعی بل کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دے کر اللہ کے غضب کو دعوت مت دیں۔ صدر اور وزیر اعظم مخالفت برائے مخالفت کی روش ترک کر کے اس بل کو فوری منسوخ کریں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

پائے جاتے ہیں۔)

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعمِ خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حقِ شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں خدا بناتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کا معاملہ ہے۔ حاکمیت فقط اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ (الانعام:57)

''حاکمیت فقط اللہ کے لئے ہے''

اقبال کہتے ہیں۔

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اللہ تعالیٰ چونکہ حاکم مطلق ہے' لہٰذا قانون اور شریعت بھی اُسی کی واجب التعمیل ہے' قانون دینے کا اختیار بھی اُسے ہی حاصل ہے۔ کوئی فرد یا ادارہ اِس کا مجاز نہیں کہ اپنی آزاد مرضی سے جو چاہے قانون سازی کرے۔ اگر کوئی فرد یا افراد کو کوئی گروہ کسی شخص واحد یا پارلیمنٹ کو ''Sovereign'' قرار دیتے ہیں' اُن کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارا حکمران یا ہماری پارلیمنٹ اختیارات کلی رکھتی ہے۔ وہ جو قانون بنانا چاہیں' بنا سکتے ہیں' تو یہ نظریہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں شرک ہے۔ کیونکہ اس کا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ اُس فرد یا پارلیمنٹ کو اللہ تعالیٰ کے مقابل لا کھڑا کر دیا گیا ہے۔ (اعاذنا اللہ) ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن عزیز میں ارشاد ہوتا ہے:

''ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی' جو مُسلم تھے' اُسی کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے' اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی (اسی پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔ پس (اے گروہ یہود!) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ تورات میں ہم نے یہود پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت' اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔ پھر ہم پیغمبروں کے بعد مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو بھیجا۔ تورات میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اُس وقت موجود تھا اُس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔ ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔'' (المائدہ)

یہ تو توحید کی بحث اور ایمان باللہ کا ذکر تھا' لیکن بندگانِ خدا نے دنیا میں زندگی کیسے بسر کرنا ہے' اس کے لئے انہیں بتا دیا گیا کہ لوگو تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے میں جو پیغمبر بھیجوں' اُن پر بھی ایمان لانا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک مختلف ادوار میں انسانوں ہی میں سے نبی اور رسول آتے رہے' جنہوں نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کی۔ یہ عظیم المرتبت ہستیاں معصوم عن الخطا ہوتی تھیں۔ ان کے دامنِ کردار پر کسی قسم کا داغ دھبہ نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ جب اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان کرتے تو اپنی صداقت کا پہلا ثبوت اپنے کردار کو پیش کرتے۔ کہتے دیکھو! میں نے تمہارے درمیان زندگی کا بڑا حصہ گزارا۔ میری زندگی آئینہ کی طرح شفاف ہے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ میری دعوت حق کو مان لو۔ اُن کی دعوت کے نتیجے میں سلیم الفطرت لوگ اِن کی دعوت پر لبیک کہہ دیتے مگر لوگوں کی اکثریت ایمان نہ لاتی تھی۔ چنانچہ اُن کو معجزے دکھائے جاتے' تاکہ اُن پر اتمام حجت ہو سکے۔

نبی اکرم ﷺ کا معجزہ قرآن حکیم ہے۔ عرب حد درجہ فصاحت و بلاغت کے مالک تھے' مگر آپؐ کے اس معجزہ کا اُن کے پاس جواب نہ تھا۔ قرآن نے انہیں چیلنج کیا کہ

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (23) ﴾ (البقرہ)

''اور اگر تمہیں اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد عربی) پر نازل فرمائی ہے' کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لاؤ' اگر تم سچے ہو۔''

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

حقیقت جسم و رُوح

انجینئر عبدالرزاق اویسی

اِک پتے کی بات مجھ سے سُن لو آج	جس سے ہو آسان رُوحانی علاج
نفس کے اجزائے ترکیبی ہیں چار	یعنی مٹی' باد' پانی اور آگ
نفس ہی کا روحِ سفلی نام ہے	بالیقیں اس کا فنا انجام ہے
روحِ علوی سے ہے انساں متصف	کر دیا قرآن نے یہ منکشف
حضرتِ انسان میں ہے رُوح جو	امرِ ربی کی تجلی سے ہے وہ
رُوح جس دم جسم میں داخل ہوئی	اس کو مسجودِ ملائک کر گئی
مادّی ہے جسمِ انساں کی غذا	تغذیہ ہے رُوح کا ذکرِ خُدا
ہو گیا جب ذکر سے غافل بشر	روحِ علوی نے لیا منفی اثر
روحِ سفلی اُس پہ غالب ہو گئی	صورتِ انسان' حیواں ہو گئی
دارِ دُنیا میں خُدا کے فضل سے	نہ کھلے یہ راز گو ہر ایک پہ
روحِ سِفلی خاصۂ حیوان ہے	گو بظاہر صُورتِ انسان ہے
شکل میں ہو دوزخی خنزیر سا	ریچھ' بندر' بھیڑیا یا اژدھا

کر اویسی ذکرِ رب تُو صبح و شام
ہو اِسی پر زندگی کا اِختتام

اسلام میں

قرضِ حسنہ کی ترغیب اور سود کی حرمت

پاکستان میں بنکاری نظام کو سود کی لعنت سے پاک کیوں نہیں کیا جاسکا؟

عبدالودود

ملتِ اسلامیہ کے لئے سب سے بڑی مصیبت سُود ہے جسے ختم کئے بغیر نہ اللہ و رسول ﷺ سے جنگ رک سکتی ہے اور نہ ملت اسلامیہ خیر وفلاح کی طرف پیش قدمی کر کے ذلت و خواری سے نکل سکتی ہے۔ قارئین سے' جو اس مضمون سے اتفاق کریں میری درخواست ہے کہ وہ اس کا پرچار کریں اور اگر اس میں کوئی غلطی پائیں تو خاکسار کو مطلع کریں۔ علامہ اقبالؒ نے سودی نظام کے متعلق فرمایا:

تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

سید قطب شہیدؒ نے ''فی ظلال القرآن'' میں لکھا ہے:

''یہ امر ناممکن اور محال ہے کہ ایمان اور سودی نظام ایک جگہ جمع ہوں۔ اس معاشرہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا تصور ہی ممکن نہیں' جو معاشرہ سودی نظام پر چل رہا ہو۔''

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس میں انسان کو اپنی ہر جائز ضرورت پورا کرنے کی اجازت ہے اور ہر برائی کو دور کرنے کے لئے اس کے نعم البدل کا حکم یا ترغیب ہے۔ معاشرہ کو بخل سے بچانے کے لئے زکوٰۃ کا حکم ہے۔ زنا سے بچانے کے لئے نکاح کی ترغیب ہے۔ سود سے بچانے کے لئے بلاسود قرض کی ترغیب ہے' جس کی ناگزیر ضرورت کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے کتاب ''سود'' میں ان الفاظ سے اجاگر کیا ہے: قرض وہ چیز ہے جو انسانی زندگی کی ناگزیر ضروریات میں سے ہے۔ افراد کو بھی اپنے ذاتی معاملات میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کاروباری لوگوں کو بھی آئے دن اس کی حاجت رہتی ہے اور حکومتوں کا کام بھی اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس کثرت سے اتنے بڑے پیمانے پر قرض کی بہم رسانی آخر خیرات کے بل پر کہاں تک ہوسکتی ہے؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا: صدقہ کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے کہا یا جبرائیل! قرض صدقہ سے افضل کیسے ہے؟ اس نے کہا کہ مانگنے والا تو چاہے اس کے پاس کچھ ہو تب بھی مانگتا ہے لیکن قرض لینے والا قرض نہیں لیتا جب تک حاجت نہ ہو۔ یہاں قرض کی عام ترغیب ہے' اس کی کوئی تخصیص نہیں کہ قرض کی حاجت ذاتی ضرورت کے لیے ہے یا کاروبار کے لئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ذاتی اور ریاستی ضرورت کے لئے قرض لیا ہے اور صحابہ کرامؓ اور امام ابوحنیفہؒ نے تجارت کے لئے قرض لیا ہے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ قرض کے لین دین پر اعتراض کرے یا اس سے اعراض کی تلقین کرے۔ حدیث قدسی کے مطابق اسلام معاشرہ میں وسیع پیمانہ پر بلاسود قرض کی ترویج چاہتا ہے جس سے سود کا خاتمہ یقینی ہے۔ بلاسود قرض ملنے پر کوئی سودی قرض نہیں لے گا۔ سود کے معاشی نقصانات تسلیم کئے جانے کے باوجود سودی نظام کو صرف اس لئے فروغ ملا کہ یہ قرض کی ناگزیر ضرورت پوری کرتا ہے اور اس کے ذریعے مغربی دنیا میں بڑی اقتصادی ترقی ہوئی۔ سود ختم کرنے اور اقتصادی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ایسے بنک قائم کئے جائیں جو ایک مربوط نظام کے تحت وسیع پیمانے پر بلاسود قرض دیں۔ ایسا کئے بغیر سود کا خاتمہ ناممکن ہے' بالکل اُسی طرح جیسے وسیع پیمانہ پر نکاح کی سہولت مہیا کئے بغیر زنا کا خاتمہ ناممکن ہے۔

بدقسمتی سے قرض کی ماہیت' معاشرہ میں اس کی ناگزیر ضرورت و افادیت اور اسلام میں اس کی مرغوبیت سے بعض متعلقہ بااثر شخصیات کی لاپرواہی یا لاعلمی کے باعث پاکستان سود سے نجات نہ پاسکا۔ پچھلے تیس سال سے زائد عرصہ میں سود ختم کرنے کی کوششیں اس لئے بارآور نہ ہوئیں اور نہ ہوسکتی ہیں کہ یہ کوششیں ایسے اسلامک بنک قائم کرنے اور ان کے فروغ کے لئے ہو رہی ہیں جو قرض کی ناگزیر ضرورت اور حدیث قدسی میں اس کی ترغیب کو نظرانداز کرتے ہیں اور قرض کو اپنے دائرہ کار سے خارج رکھتے ہیں۔ یہ آپس میں بھی قرض کا لین دین نہیں کرتے لیکن بوقتِ ضرورت سُودی قرض لیتے ہیں اور اپنے فاضل نقد پر سُود کماتے بھی ہیں۔ جناب تقی عثمانی نے اپنی کتاب "Introduction to Islamic Finance" میں لکھا ہے: ''اسلامک بنک اپنی کم مدتی مالیاتی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مجبوراً روایتی بنکوں سے رجوع کرتے ہیں جن کو روایتی بنک کھلے یا مخفی سود کے بغیر مہیا نہیں کرتے۔ ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا اپنی کتاب ''حرمت سود'' میں لکھتے ہیں: ''ایک اسلامی مالیاتی منڈی کی غیر موجودگی کی وجہ سے ان بنکوں کو اپنے فاضل نقد کو نفع بخش طریقہ پر مختصر مدت کے لئے استعمال کرنے کی کوئی سبیل نہیں اور انہیں روایتی مالی منڈی میں جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ان پر تنقید ہوتی ہے۔ اسی طرح نقد کی تنگی کی صورت میں ضروری نقد تک رسائی میں بھی مشکل پیش آتی ہے۔

شریعت اسلامی کے مطابق مسلم ممالک اور جمعیتوں کی انفرادی و مشترکہ ترقی کے حصول کے لئے 1975ء میں بمقام جدہ اسلاک ڈیویلپمنٹ بنک قائم کیا گیا۔ فروری 1976ء میں بمقام مکہ مکرمہ اسلامک اکانومکس پر پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عالم اسلام کے ڈیڑھ سو سے زائد اقتصادی ماہرین شریک ہوئے۔ کانفرنس میں موجودہ سودی بنکاری نظام کے متوازی نہیں بلکہ متبادل بلاسود بنکاری نظام کے قیام کی ضرورت اجاگر ہوئی اور سفارش کی گئی کہ مسلم ممالک اپنے قوانین اور اداروں کو شرع کے مطابق ڈھالیں۔

کسی مسلم ملک نے ابھی تک اس سفارش پر عمل نہیں کیا اور نہ ہی بلاسود بنکاری نظام قائم کیا گیا۔ البتہ تقریباً دو سو اسلامک بنک قائم ہو گئے جو مسلمانوں کے سود سے بچنے کے اسلامی جذبہ کی وجہ سے ستر ممالک میں خوب پھل پھول رہے ہیں۔ یہ سودی بنکوں کے متبادل نہیں کیونکہ بلاسود قرض ان کے دائرہ کار سے خارج ہے اور ان سے سودی نظام کو کوئی خطرہ نہیں۔ اسی لئے سودی نظام کے علمبردار اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایسے اسلامک بنکوں کے لائسنس جاری کر رہا ہے۔ 1998ء کے ایٹمی دھماکہ کے بعد اشد ضرورت کے وقت پاکستان کی درخواست پر اسلامک ڈیویلپمنٹ بنک اور چند دوسرے اسلامک بنکوں نے مل کر جو پیشکش کی وہ لندن کے ریٹ LIBOR سے پانچ فیصد زائد شرح سود قرض تھا۔ 2005ء کے زلزلہ سے متاثرین کی امداد کے لئے جو قرض مسلم ممالک کی طرف سے پیش ہوئے وہ بھی سودی قرض ہیں۔ اسلامک بنکوں کا ناروا اور مضحکہ خیز رویہ اور اُمت مسلمہ کے لئے نہایت مایوس کن صورت حال کی وجہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں بلاسود بنکاری نظام کے قیام کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔

ستمبر 1977ء میں پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کو غیر سودی اقتصادی نظام تیار کرنے کا کام سونپا گیا اور معاشیات سے سود ختم کرنے کے لئے تین سال کی مدت دی گئی۔ نومبر 1977ء میں کونسل نے سود ختم کرنے کی تجاویز پیش کرنے کے لئے اعلیٰ اقتصادی ماہرین اور بنکاروں کا 15 رکنی پینل مقرر کیا جس میں پروفیسر شیخ محمود احمد شامل تھے جن کے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلہ مورخہ 23 دسمبر 1999ء میں لکھا ہے۔ ہمارے ملک کے سب سے بڑے ممتاز ماہر اقتصادیات محقق اور اعلیٰ مفکر جس نے اپنی زندگی کا قابل قدر حصہ مسئلہ سود کے غور و فکر میں صرف کیا' شیخ صاحب نے پینل کے سامنے سود کے متبادل کا نادر تصور پیش کیا جسے انہوں نے TMCL یا قرضِ متبادل کا نام دیا اور اسی پر مبنی بلاسود بنکاری

نظام کی تجویز پیش کی جسے طویل بحث ومباحثہ کے بعد پینل کے سب ممبران نے قبول کرلیا اور اسے اپنی رپورٹ مورخہ 28 جنوری 1980ء میں شامل کرلیا لیکن بلاوجہ اس کے شرعاً جائز ہونے میں شبہ کا اظہار کردیا جس پر کونسل نے غور کیا اور اس میں کوئی شرعی نقص نہ پایا۔ کونسل نے حکومت کو پیش کردہ اپنی رپورٹ مورخہ 15 جون 1980ء میں نہ معلوم کیوں قرض متبادل سکیم کے متعلق بلاکوئی وجہ بیان کئے صرف ایک فقرہ پر مشتمل نہایت ہی غلط اور آمرانہ فیصلہ لکھ دیا کہ ''سودی نظام کے مستقل متبادل نظام کے طور پر اس کا استعمال درست نہ ہوگا! کونسل نے قرض متبادل کی واضح بلاسود بنکاری سکیم کو، جس سے اندرونی و بیرونی مالی معاملات سے سود کا فوری خاتمہ ہوسکتا تھا اور جس سے ملک کے ذمہ بھاری قرضوں کی ادائیگی بھی ہوسکتی تھی مسترد کرکے ایسی سفارشات کیں جن سے بیرونی معاملات کا تو ذکر ہی کیا اندرونی معاملات سے بھی مستقبل قریب میں سود کا خاتمہ نہیں ہوسکتا تھا۔ کونسل اگر قرض متبادل سکیم کو مسترد کرنے کی فاش غلطی نہ کرتی تو عین ممکن تھا کہ ربع صدی قبل پاکستان سود سے چھٹکارہ حاصل کرلیتا۔ ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے!

کونسل کی چند سفارشات کا متن درج ذیل ہے:

☆ اگرچہ سفارشات نفع ونقصان میں شرکت کے اصول کی بنیاد پر کی گئی ہیں' لیکن معاشرہ میں پھیلے ہوئے پست اخلاقی معیار کی وجہ سے صحیح معنوں میں نفع و نقصان میں شرکت پر عمل درآمد میں مشکلات کے پیش نظر کچھ سفارشات کا جھکاؤ دوسرے طریقوں پر ہے جن کی حیثیت مثالی اسلامی نقطۂ نظر سے دوئم درجہ کے حل کی ہے۔

☆ ایک بنیادی حکمت عملی کا فیصلہ کرنا چاہئے کہ وقت گزرنے کے ساتھ نفع و نقصان میں شرکت اور قرضِ حسن کا دائرہ کار تدریجاً وسیع تر کیا جاتا رہے جبکہ دوسرے متبادل طریقوں کا دائرہ کار مختصر کیا جاتا رہے۔

☆ پاکستانی بنکوں کی بیرونی شاخوں کی کارروائی و اندرونِ پاکستان تجارتی بنکوں میں غیر ملکی کرنسی میں جمع شدہ رقوم اور بیرونِ ملک بنکوں کے درمیان کچھ دوسرے معاملات سود کی بنیاد پر جاری رہنے ہوں گے!

☆ حکومت کے بیرونی ذرائع سے قرضے فی الوقت سود پر ہی لئے جاتے رہنے پڑیں گے!!

ایسی سفارشات کے باوجود بہت سے حضرات نہ معلوم کیوں کونسل کی رپورٹ کو سود ختم کرنے کی راہ میں ایک سنگ میل کہتے ہیں حالانکہ یہ رپورٹ سود ختم کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن گئی ہے۔

ربا سے متعلق سپریم کورٹ کے حکم مورخہ 23 دسمبر 1999ء پر عمل درآمد کے لئے جنوری 2000ء میں حکومت نے بلاسود بنکاری نظام وضع کرنے اور اسے 30 جون 2001ء تک نافذ کرنے کے لئے ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن مقرر کیا جس میں جناب مفتی رفیع عثمانی بحیثیت عالم دین اہم رکن تھے۔ بدقسمتی سے کمیشن نے کوئی بلاسود بنکاری نظام وضع نہ کیا اور جب راقم الحروف نے کمیشن کو قرض متبادل سکیم پیش کی تو کمیشن کے سیکرٹری نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے اسے نامنظور کردیا۔ اس طرح ایک قابلِ عمل بلاسود بنکاری سکیم کے موجود ہوتے ہوئے محض اسلامی نظریاتی کونسل اور اعلیٰ اختیاراتی کمیشن کی لاپرواہی اور نااہلی کی وجہ سے پاکستان سود سے نجات حاصل نہ کرسکا۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيهِ رَاجِعُون

قرض متبادل سکیم کو پذیرائی نہ ملنے کی وجہ چند مغالطے ہیں۔ ایک مغالطہ یہ ہے کہ قرض کا مصرف فقراء اور مساکین کی حاجت روائی ہے جبکہ اسلامی نظام میں زکوٰۃ اور صدقات سے فقراء اور مساکین کی حاجت روائی ہوتی ہے اور قرض ان خوشحال لوگوں کی جائز ذاتی اور کاروباری ضروریات پوری کرنے کے لئے ہے جو قرض ادا کرنے کی استعداد رکھتے ہیں کیونکہ قرض کی ادائیگی واجب ہے۔ یہ بھی ایک مغالطہ ہے کہ تجارت کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔ بعض صحابہ کرامؓ نے تجارت کے لئے قرض لیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے قرض کی رقم سے تجارت کی ہے' لہٰذا تجارت کے لئے قرض کے استعمال کو نامناسب قرار دینا فاش غلطی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مغربی دُنیا میں اقتصادی ترقی سودی قرضوں کے ذریعہ ہوئی ہے۔ مسلم دُنیا میں اس سے کہیں زیادہ ترقی بلاسود قرضوں کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔

یہ تصور بھی غلط ہے کہ سود کا متبادل نفع ونقصان میں شرکت ہے۔ اس سے صرف ان افراد اور اداروں کا محدود طبقہ مستفید ہوسکتا ہے جو اپنے کاروبار میں بنک کو مداخلت یا نگرانی کا حق دینے کو تیار ہوں یا جن پر بنک پورا اعتماد کرسکے۔ ایسے لاتعداد حکومتی اور فلاحی ادارے جو نفع نہیں کماتے' نفع ونقصان میں شرکت کے ذریعہ اپنی وقتی مالیاتی ضروریات پوری نہیں کر سکتے اور ایسے لاکھوں افراد اور ادارے بھی جو اپنے کاروبار میں بنک کی مداخلت یا نگرانی قبول نہ کریں یا جن پر بنک کو پورا اعتماد نہ ہو وہ بھی نفع ونقصان میں شرکت سے اپنی وقتی مالی ضروریات پوری نہیں کرسکتے۔ مضاربہ ومشارکہ کو اسلام میں سرمایہ کاری کے بنیادی ستون قرار دینا بھی غلط ہے کیونکہ یہ قبل از اسلام بھی رائج تھے۔ اسلام نے ان کی صرف اجازت دی ہے' ان کا نہ حکم دیا ہے نہ ترغیب۔ اور ترغیب صرف قرض کی دی ہے۔ اس لئے اسلام میں سرمایہ کاری کی بنیاد قرض کو تو قرار دیا جا سکتا ہے' مضاربہ ومشارکہ کو نہیں۔ لیکن ان کے استعمال پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ بلاسود بنکاری نظام میں بنکوں کو قابلِ اعتبار کاروباری اداروں کے ساتھ مضاربت یا مشارکت ضرور کرنی چاہئے چونکہ اللہ کا ہر حکم ہر مکان وزمان اور ہر حال میں قابلِ عمل اور واجب التعمیل ہے۔

یہ وسوسہ بے بنیاد ہے کہ سود کا فوری خاتمہ ناممکن ہے اور اسے تدریجاً مرحلہ وار ہی ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے' جیسے شریعت بھی تدریجاً نافذ ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے اللہ کا ہر حکم نزول وحی کے فوراً بعد بلا کسی تدریج کے نافذ ہوگیا تھا۔ سود کے معاملہ میں تو کسی تاخیر یا تدریج کی قطعاً کوئی گنجائش ہے ہی نہیں' کیونکہ اسے جاری رکھنا اللہ و رسول ﷺ سے جنگ کرنا ہے' جس کی ایک لمحے کے لئے بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ سود کو یک دم ختم کرنے کی ضرورت اور اہمیت کو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی کتاب ''سود'' میں ان الفاظ سے اجاگر کیا ہے:

''اگر سود کی بندش اس امر پر موقوف ہے کہ پہلے ایسا کوئی مالی نظام پل کر جوان ہولے جو موجودہ سودی نظام کی جگہ لے سکتا ہو تو یقین رکھئے اس طرح قیامت تک سود بند ہونے کی نوبت نہیں آسکتی' یہ کام تو جب بھی کرنا ہو اسی طرح کرنا پڑے گا کہ اول قدم پر ہی سود کو از روئے قانون بند کردیا جائے۔''

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میں تمہیں جس چیز سے منع کروں اُس سے رُک جاؤ۔ رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق موجودہ سودی بنکاری نظام کا فوری خاتمہ ضروری ہے جس کی جگہ لینے کے لیے فوری طور پر نافذ العمل بلاسود بنکاری نظام درکار ہے' جس میں وہ سب کام بلاسود انجام دیئے جاسکیں جو موجودہ نظام میں سود کے ذریعہ انجام دئے جاتے ہیں مثلاً قرضوں کا اجراء ہنڈیوں کا بنانا۔ لیٹر آف کریڈٹ کھولنا۔ مطلوبہ نظام TMCL یا قرض متبادل پر مبنی بلاسود بنکاری نظام ہے۔ اس میں دو فریقین کے درمیان بہ یک وقت دو ایسے بلاسود قرضوں کا تبادلہ ہوتا ہے جن کی رقم اور مدت کا حاصل ضرب برابر ہو۔ مثلاً کسی تاجر کو اگر دس لاکھ روپیہ کا قرض ایک سال کے لئے درکار ہے تو وہ بنک کو ایک لاکھ روپے کا قرض دس سال کے لئے دے کر بنک سے مطلوبہ قرض لے کرسکتا ہے۔ تاجر بنک کو دس لاکھ روپیہ ایک سال بعد واپس کرے گا اور بنک تاجر کا ایک لاکھ روپیہ دس سال میں واپس کرے گا۔ بنک تاجر سے لئے ہوئے قرض کو لمبے عرصے کے لئے کاروبار میں لگا کر نفع کمائے گا۔ اس طرح تاجر اور بنک ایک دوسرے کو بلاسود قرض دے کر ایک دوسرے کی ضرورت پورا کرنے کے علاوہ سود ختم کرنے کا ذریعہ بننے اور حدیث قدسی پر عمل کرنے کا اجر وثواب بھی حاصل کریں گے۔ (ان شاء اللہ)۔ یہ نظام فوری طور پر موجودہ نظام کی جگہ لے سکتا ہے۔ (اس کا طریقہ کار اور ملّت اسلامیہ کے لئے اس کے فوائد کی تفصیل ویب سائٹ www.realislamicbanking.com پر مہیا ہیں)۔ اس سکیم پر مبنی غیر سودی بنک قائم کرنے کے لئے خاکسار اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر بلا کسی عوض پیش کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جو مسلمانوں کے معاملات کا اہتمام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

قارئین کرام سے التجا ہے کہ سود کے فوری خاتمہ کی جدوجہد کو دینی اور ملی فریضہ سمجھ کر اس کے لئے وہ سب کچھ کریں جو بس میں ہو۔

✿✿✿✿✿

یافہ کا آخری معرکہ

ان مشکلات سے گھبرا کر رچرڈ نے صلاح الدین ایوبی سے صلح کرنے کی کوشش کی۔ وہ صلاح الدین کے بھائی العادل سے ملا اور اُس سے تعلقات بڑھائے۔ یہ دونوں کلائیوں پر شاہین بٹھا کر ساتھ ساتھ کھیلنے جاتے اور شکار گاہوں' نیز شاہی خیمے میں' خوب کھل کر باتیں کرتے۔ ایک روز رچرڈ نے العادل سے کہا کہ اگر صلاح الدین یروشلم' نیز اردن کے مغرب کے سارے علاقے سے دست بردار ہو جائے تو وہ اپنی فوج لے کر واپس انگلستان چلا جائے اور پھر کبھی جنگ نہ کرے۔ لیکن صلاح الدین نے یہ شرط قبول کرنے سے انکار کر دیا' البتہ العادل کو یہ کہلوا بھیجا کہ وہ صلح کی گفتگو جہاں تک ہو سکے' جاری رکھے۔ ترکستان سے مسلمانوں کا ایک نیا لشکر آ رہا تھا۔ صلاح الدین اُس کے یروشلم پہنچنے تک وقت گزاری کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ العادل اور رچرڈ کے درمیان دوستانہ تعلق قائم رہا۔ رچرڈ اِس نوجوان مسلمان کو بہت پسند کرنے لگا اور مسلمانوں کی راست بازی اور مردانگی سے بھی بہت متاثر ہوا۔ آخر اُس نے ایک ایسی تجویز پیش کی' جس پر صلاح الدین عمل درآمد کرنے کو تیار نہیں ہوا۔

رچرڈ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ العادل اُس کی بہن جوآنا سے شادی کر لے اور اگر صلاح الدین نصف یروشلم جوآنا کو رونمائی میں عطا کر دے تو رچرڈ بھی یروشلم کی عیسائی مملکت کا وہ نصف حصہ اُسے دے دے گا جو ساحل کی طرف ہے۔ مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے مقدس مقامات کا احترام کریں اور دونوں مذہبوں کے زائرین آزادانہ وہاں آ جا سکیں۔ اگر ایسا ہونے لگے تو پھر حالات بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے سمجھوتہ ہو ہی جائے گا' لیکن رچرڈ نے اس سلسلے میں جوآنا سے بات نہیں کی تھی۔ جب اُسے اِس سمجھوتے کی اطلاع ملی تو اُس نے ''بے دین'' کی بیوی بننے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ تجویز دھری کی دھری رہ گئی۔ العادل واپس چلا آیا اور اُس کی اور رچرڈ کی دوستی کا دور ختم ہو گیا۔

اکتوبر کا مہینہ گزرا۔ پھر نومبر بھی آ گیا۔ سمندر کی سمت سے سرد ہوائیں آنی شروع ہو گئیں' اور بارشوں کا بھی تانتا بندھ گیا۔ صلیبیوں کے خیمے گل گل کر گرنے لگے اور اُن کا اندوختہ ضائع ہونے لگا۔ اب عیسائی سردار پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں واپس جانے لگے۔ وہ ڈیوس آف برگنڈی اور اُس کے فرانسیسی امیر رچرڈ کے العادل سے تعلقات پر بھی بُڑبُڑانے اور اُسے غدار قرار دینے لگے تھے۔

رچرڈ نے یروشلم کی طرف کوچ کا فیصلہ کر لیا۔ اُسے یروشلم فتح ہو جانے کی اُمید تو نہ تھی' مگر سپاہ کو قابو میں رکھنے کے لیے اس طرف کوچ شروع کر دینے کے سوا چارہ نہ تھا۔ وہ جنوری میں بیت نوبا پہنچا۔ یہ مقام یروشلم سے صرف بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں ایک جاسوس یروشلم سے یہ بُری خبر لے کر آیا کہ صلاح الدین کی مدد کے لیے ترکستان سے جو فوج آ رہی تھی' وہ یروشلم پہنچ گئی ہے۔ رچرڈ نے یروشلم کے نقشے طلب کیے اور بڑی دیر تک اُن پر نظریں جمائے غور و خوض کرتا رہا۔ یروشلم ایک ایسا مقام تھا کہ اگر اُس کا محاصرہ کیا جاتا تو یہ محاصرہ طول کھینچ سکتا تھا۔ پھر صلیبیوں کے پاس اتنے آدمی بھی نہیں تھے جتنے اُس کا محاصرہ کرنے کے لیے درکار تھے۔ اور اگر صلیبی اُس کا محاصرہ کر بھی

> صلاح الدین کے سرداروں نے اس سے قول لیا کہ وہ شہر میں بند ہو کر جنگ نہیں کرے گا تو پھر ترکستان سے آئے ہوئے سپاہیوں نے کہہ دیا کہ اگر سلطان نے شہر سے باہر نکل کر جنگ کی تو وہ بھی اندر نہیں ٹھہریں گے

لیتے تو یافہ تک اُن کا رسد کا راستہ صلاح الدین کی سپاہ کی تاخت و تاراج کی زد میں ہوتا' جو پہاڑوں میں چھپی ہوئی رچرڈ کی نقل و حرکت کو دیکھ رہی تھی اور جس کے دم خم میں ابھی فرق نہیں آیا تھا۔

رچرڈ نے یروشلم کے نقشے اٹھا کر رکھ دیئے اور اپنی فوج کو ساحل کی طرف پیچھے ہٹنے کا حکم دے دیا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ موسم سرما کے باقی دن عسقلان میں گزارے گا۔ یہ مقام یافہ کے جنوب میں تھا۔ اصل میں رچرڈ ان حالات میں' جو اُسے اُس وقت درپیش تھے' زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا تھا کہ ساحلی علاقے میں عیسائیوں کے قدم جمائے رکھے۔

صلیبی فوج یافہ میں بھی کافی گھٹ گئی تھی' لیکن عسقلان میں تو اور بھی تیزی سے گھٹنے لگی۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ رچرڈ کے پاس روپیہ نہیں تھا۔ مسلمان وہاں کی جو دیواریں توڑ پھوڑ گئے تھے' اُن کی دوبارہ تعمیر میں سرمایے کی کمی کی وجہ سے اور تو اور خود بادشاہ کو بھی حصہ لینا پڑ رہا تھا۔ آسٹریا کے ڈیوک اور اُس کے جرمن سرداروں نے اس کام میں حصہ لینے سے انکار کیا تو رچرڈ نے ڈیوک کو بُلا کر پوچھا کہ وہ دیواروں کو تعمیر میں اوروں کے دوش بدوش کام کیوں نہیں کر رہا؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نہ معمار ہوں نہ بڑھئی ہوں۔ پھر زیر لب تبسم کرتے ہوئے کہا: ''یہ کام نیچ لوگوں کے کرنے کے ہیں' اُنہی کو کرنے چاہئیں' اور واپس جانے کے لیے مڑا۔ رچرڈ نے غصے میں آ کر اُس کی پیٹھ پر اتنے زور سے لات ماری کہ وہ اوندھے منہ گرا اور اُس کے بعد جو نہی جہاز کا بندوبست ہوا' اُس میں بیٹھ کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا۔

اس واقعے کے چند روز بعد کانریڈ' جسے فلپ آگسٹس نے یروشلم کے تخت کا مستحق قرار دیا تھا' قتل کر دیا گیا۔ وہ ایک رات جنگجو اُسقف (بڑے پادری) کے ہاں سے کھانا کھا کر اپنے گھر واپس آ رہا تھا کہ دو آدمی جو راہبوں کے لباس میں تھے اور گھوڑوں پر سوار تھے' اپنے گھوڑے آگے بڑھا کر اس طرح اُس کے برابر آئے' جیسے اُس سے بات کرنی چاہتے ہیں' اور اُس کو چاقو مار کر رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون تھے یا انہوں نے اُسے کیوں قتل کیا۔ لیکن چونکہ یہ بات ہر شخص کو یاد تھی کہ کانریڈ وہ شخص تھا جسے فرانسیسی بادشاہ رچرڈ پر مسلط کیا گیا تھا' اس لیے یہی خیال کیا گیا کہ قاتل رچرڈ کے آدمی تھے۔ چنانچہ اس بناء پر اور بہت سے نائٹ رچرڈ کا ساتھ چھوڑ گئے۔

اب ایک ایسی خبر سُنی گئی جو ان سب باتوں سے زیادہ تشویش انگیز تھی۔ ایک چھوٹی سی کشتی جو مچھلی کے شکار کی ڈونگی جتنی ہی تھی' انگلستان سے وہاں پہنچی۔ اس میں ایک پادری بیٹھا ہُوا تھا۔ یہ رچرڈ کے وزیر اعظم کا خاص پیامبر تھا۔ اُس نے بتایا کہ رچرڈ کے چھوٹے بھائی' جان نے خزانے پر قبضہ کر لیا ہے اور فرانس کا بادشاہ فلپ آگسٹس جان کو انگلستان کا بادشاہ بننے میں مدد دینے کی تیاری کر رہا ہے۔ اِس خبر سے ایک ایک بات بالکل واضح تھی کہ اب صلیبی جنگ جاری رکھنے کے لیے نہ انگلستان سے رقم اور فوجی امداد مل سکتی ہے' نہ فرانس سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔

یافہ کا آخری معرکہ

جب موسم سرما ختم ہوا تو رچرڈ نے انگلستان جانے سے پہلے آخری داؤ لگانے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے سوچا' سردی اور بارشوں کے اِس طویل موسم میں صلاح الدین بھی اپنے سپاہیوں کو مجتمع رکھنے میں اُتنی ہی دشواری محسوس کر رہا ہوگا' جتنی مجھے ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اِس صورتِ حال کی وجہ سے یروشلم کا راستہ کھلا ہوا ہو۔ رچرڈ کے جاسوسوں نے جو تازہ ترین اطلاعات پہنچائی تھیں' اُن سے اُس نے یہ اندازہ قائم کیا تھا کہ اگر وہ یروشلم کے دروازے تک پہنچ جائے تو اُس کے اندر بھی داخل ہو سکتا ہے۔ اُس کے جاسوسوں نے بتایا تھا کہ عکہ کے محاصرے کے حالات سے صلاح الدین کے اعصاب پر بہت بُرا اثر پڑا ہے' اور گو وہ پہلے کی طرح اب بھی کھلے میدان میں جنگ لڑنے کا شائق ہے' مگر اس بات کا تو تہیہ ہی کر چکا ہے کہ کسی فصیل دار شہر میں محبوس ہو کر کبھی نہیں لڑے گا۔ رچرڈ نے سوچا کہ اگر وہ صلاح الدین کو کسی ڈھب سے میدان میں نکال لائے تو اُسے یروشلم سے دست بردار ہونے پر مجبور کر سکتا ہے۔

اُسے یقین تھا کہ جب انگلستان اور فرانس میں یہ خبر پہنچے گی کہ اب مقدس مزارِ مسیح ایک مرتبہ پھر عیسائیوں کے ہاتھوں میں ہے، تو ان دونوں ملکوں سے اس کی حفاظت کے لیے ڈھیروں روپیہ اور بے اندازہ فوج مل جائے گی۔

یہ سوچ کر رچرڈ ایک مرتبہ پھر یافہ سے روانہ ہو کر بیت نوبا پہنچ گیا اور وہاں کئی ہفتے تک سامانِ جنگ کے ڈھیر اس طرح لگاتا رہا اور منجنیقوں کی قطاریں یوں کھڑی کرتا رہا جیسے کسی طویل محاصرے کی تیاری کر رہا ہے۔

رچرڈ نے یروشلم کی طرف کوچ کا فیصلہ کر لیا۔ اُسے یروشلم فتح ہو جانے کی اُمید تو نہ تھی، مگر سپاہ کو قابو میں رکھنے کے لیے اس طرف کوچ شروع کر دینے کے سوا چارہ نہ تھا

صلاح الدین کے مُخبر عیسائیوں کی نقل و حرکت کے بارے میں ایک ایک خبر سلطان کو پہنچاتے رہتے تھے۔ رچرڈ کی اِن تیاریوں کا حال سُن کر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ رچرڈ یروشلم پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ صلاح الدین کے سرداروں نے اس سے قول لیا کہ وہ شہر میں بند ہو کر جنگ نہیں کرے گا۔ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ کھلے میدان میں رہے تاکہ جب ترکستانی فوج شہر کا دفاع کر رہی ہو، اُس وقت وہ صلیبیوں پر اُن کی پشت سے حملہ کر سکے، مگر ترکستان سے آئے ہوئے سپاہیوں نے کہہ دیا کہ اگر سلطان نے شہر سے باہر نکل کر جنگ کی تو وہ بھی اندر نہیں ٹھہریں گے۔ انہیں معلوم تھا کہ عکہ کے مسلمانوں پر کیا گزر چکی ہے۔

صلاح الدین اُن کی ضد کی وجہ سے شش و پنج میں پڑ گیا۔ صلیبی اُس وقت یروشلم سے صرف پندرہ میل کے فاصلے پر تھے۔ ترکستان فوج کے یروشلم کے اندر رہ کر جنگ کرنے سے انکار کے معنی یہ تھے کہ سلطان کے میدان میں نکل کر لڑنے کی صورت میں شہر کے دفاع کا کوئی انتظام نہیں ہو گا۔ سلطان مسجد اقصیٰ میں جا بیٹھا اور سارا دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑا کر دعا کرتا رہا کہ اُسے اِس نازک موقع پر مسلمانوں کی صحیح عسکری قیادت کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک شخص کے بیان کے مطابق، جس نے اُسے وہاں سجدے میں پڑے دیکھا تھا، اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ شام ہوتے جب وہ مسجد سے باہر آیا تو اُس کے چہرے پر سکون و اطمینان کے آثار تھے۔ اس نے یروشلم کو خدا کے سپرد کر کے شہر سے باہر کھلے میدان میں جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر ابھی اُس نے مسجد اقصیٰ کے دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک پیامبر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُسے سلام کرنے کے بعد بتایا کہ وہ یہ خبر لایا ہے کہ آج صبح سویرے صلیبی اپنی لشکرگاہ سے مکمل جنگی ترتیب میں برآمد ہوئے۔ انہوں نے اُن پہاڑوں کی چوٹیوں پر صف بندی کی ہے، جن سے یروشلم نظر آتا ہے۔ چند گھنٹے تک وہاں کھڑے رہے، پھر وہ یافہ کی سمت روانہ ہو گئے۔

صلاح الدین نے وہ ساری رات اس انتظار میں کاٹ دی کہ دیکھیں اور کیا خبریں آتی ہیں۔ اگلے دن صبح اُسے یہ خبر ملی کہ رچرڈ کو اپنے مخبروں سے معلوم ہو گیا تھا کہ یروشلم کے اردگرد میلوں تک کھیتوں اور گاؤں کے میٹھے پانی کے تمام حوض اور ساری آبی ذخیرہ گاہیں مسلمانوں نے تباہ کر دی ہیں، جس کا مطلب یہ تھا کہ جب اُس کی فوج یروشلم کا محاصرہ کر رہی ہو گی، اُس وقت اُسے اپنے سپاہیوں اور گھوڑوں کے لیے پانی بیس میل دُور کے ایک مقام بیت نوبا سے بھی پرے سے منگوانا پڑے گا۔ چنانچہ یروشلم پر حملے کا ارادہ ترک کر کے ساحل ساحل اُلٹے قدموں لوٹ گیا۔

یہ خبر صلاح الدین کو اپنے اُس جاسوس سے بھی مل چکی تھی جو پچھلی رات عیسائیوں کی لشکرگاہ سے اُن کی آنکھ بچا کر ادھر آ گیا تھا۔ اِس مایوس کن صورتِ حال کی وجہ سے صلیبی فوج پراگندہ ہو گئی۔ فرانسیسی فوج ڈیوک آف برگنڈی کی قیادت میں شمال کی طرف شام چلی گئی۔ انگریزوں کے بیشتر نائٹ یافہ سے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ رچرڈ عکہ چلا گیا۔

صلاح الدین نے سوچا، اب موقع ہے، یروشلم کے علاقے کی رہی سہی عیسائی حکومت کو بھی ختم کر دوں۔ وہ یافہ پر جھپٹا اور تین دن کے اندر اندر اُس پر قابض ہو گیا۔ چند ایک عیسائی صرف ایک قلعے کو مسلمانوں سے بچائے رہے، باقی سارا شہر عیسائیوں کے قبضے سے نکل گیا۔ رچرڈ انگلستان کو روانہ ہونے کے لیے رختِ سفر باندھ ہی رہا تھا کہ اُسے یافہ کے سقوط کی خبر ملی۔ اُس نے جوش میں آ کر قسم کھائی کہ یافہ مسلمانوں سے چھین کر رہے گا اور رضا کار جنگی مہم کے لیے طلب کر لیے۔ مگر چند نائٹ ہی رچرڈ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے، تاہم وہ انہی کو لے کر یافہ کے قلعے میں محصور عیسائیوں کو بچانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ کُل چار سو مسلح سپاہی اور دو ہزار تیر انداز تھے، جبکہ صلاح الدین کی سپاہ کی تعداد کم و بیش بیس ہزار تھی۔ اب ایک تو پہلے ہی تعداد مقابلتہً اتنی کم تھی، اوپر سے اُن پر یہ مصیبت نازل ہو گئی کہ جب یافہ کی طرف روانہ ہوئے تو بادِ مخالف نے آن گھیرا اور جب یافہ پہنچے تو دیکھا کہ ہر جگہ اسلامی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ البتہ قلعے پر مسلمانوں کا پرچم نہیں لہرا رہا تھا۔ رچرڈ کے جہاز بندرگاہ کے دہانے پر رُک کر کھڑے ہو گئے۔ اُس کے آدمی اس کے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے انہوں نے دیر کر دی۔

اتنے میں محصور قلعے کی دیوار سے ایک آدمی پھسل پھسل کر نیچے اُترا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا سمندر کی طرف بڑھا اور اُس میں کود پڑا۔ صلیبیوں کی ایک کشتی نے بندرگاہ کی گودی کے طاس میں پہنچ کر اُسے پکڑ کر پانی سے نکال لیا کہ کم از کم ایک عیسائی کی تو جان بچا لیں۔ وہ شخص کوئی پادری تھا۔ صلیبیوں کو اس سے معلوم ہوا کہ مدافعت کرنے والے ابھی تک ڈٹے ہوئے تو ہیں، لیکن اُن کا دم ٹوٹنے ہی کو ہے، اس لیے چند گھنٹے سے زیادہ نہ ٹھہر سکے گی۔ رچرڈ نے فوراً حکم دے دیا کہ فوجیں خشکی پر اتار دی جائیں۔

رچرڈ کی مختصری فوج نے انہیں اچانک جا لیا۔ مسلمان اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگے تو بھاگتے میں یہ افواہ پھیلا دی کہ رچرڈ اکیس ہزار نائٹ لے کر پلٹ پڑا ہے۔ پھر اس افواہ پر حاشیے چڑھنے شروع ہوئے۔ ایک ہزار نائٹوں کے دس ہزار نائٹ ہو گئے، اور پھر یہ افواہ اُڑ گئی کہ رچرڈ شہر کے اندر مسلمانوں کو بلاامتیاز ہلاک کر رہا ہے۔ پھر کیا تھا، مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ اس کے بعد بھگدڑ مچ گئی۔ بہت جلد ساری مسلمان فوج سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور پہاڑوں میں جا چھپی۔ صلاح الدین نے اور اس کے جرنیلوں اور سرداروں نے اپنے سپاہیوں کو روکنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن نہ روک سکے۔ ساری کی ساری مسلمان فوج میدان سے غائب ہو گئی۔

رچرڈ نے اِس خداداد موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ساحل پر اس کا ایک گھوڑا بھی نہیں اُترا تھا۔ اس لیے اُس کے پاس گھوڑا نہیں تھا، لیکن اُس نے تین گھوڑے فراہم کر ہی لیے۔ اُن میں سے ایک پر خود سوار ہوا۔ باقی دو پر اپنے دو نائٹوں کو بٹھایا اور مسلمانوں کا تعاقب شروع کر دیا۔

صلاح الدین ایوبی اور اُس کے جرنیلوں کے ساتھ گنتی کے جو چند مسلمان رہ گئے تھے، رچرڈ کو آتا دیکھ وہ بھی بھاگ گئے۔ اُس رات رچرڈ اُسی خیمے میں سویا جس میں گزشتہ رات صلاح الدین سویا تھا۔ رچرڈ کی مختصری فوج نے مسلمانوں کی پوری فوج کو میدان سے بھگا دیا۔ صلاح الدین کے بہت سے سردار اس "فتح" کی وجہ سے رچرڈ پر اتنے ریجھے کہ فتح کے جھنڈے اٹھائے رچرڈ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُسے مبارک باد پیش کی۔ رچرڈ نے شاہانہ پیمانے پر اُن کی ضیافت کی، مگر اِس ضیافت میں جو کھانے اُن کے آگے رکھے، وہ اسی مطبخ کے تھے جو صلاح الدین ایوبی اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ صبح تک خورد و نوش اور نغمہ و طرب کا ہنگامہ برپا رہا۔ (جاری ہے)

اطلاع تبدیلی دفتر

تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کراچی کا دفتر مندرجہ ذیل پتہ پر منتقل ہو گیا ہے:
مکان نمبر: A-360، بلاک D، نارتھ ناظم آباد، نزد سہیل بیکری، اسلم مارکیٹ، نالے والی روڈ، کراچی۔
فون: 6674474/6034671

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے رفیق محمد علی انجم کی والدہ اور ناظم دعوت عامر خان کے تایا کا انتقال ہو گیا ہے۔
☆ تنظیم اسلامی بہاولنگر کے رفیق ملک محمد یٰسین کی والدہ وفات پا گئیں ہیں۔
☆ تنظیم اسلامی ہارون آباد کے رفیق حافظ بشیر احمد کے ماموں وفات پا گئے ہیں۔
☆ ملتزم رفیق رضا محمد گجر کے سسر بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔
☆ تونسہ کے رہائشی ملتزم رفیق محمد انور وڑائچ کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے ہیں۔
قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اخلاقِ حسنہ اور اُس کی بنیادیں

مغرب کا المیہ یہ ہے کہ اس نے اخلاقیات کا رشتہ مابعد الطبیعیات سے کاٹ دیا ہے

رشید ارشد

ہمارے دین میں اخلاقِ حسنہ کی بے انتہا اہمیت ہے۔
اسی اہمیت کے پیشِ نظر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
((اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا))
(سنن ابوداؤد)
"مسلمانوں میں کامل ایمان اس کے ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔"
آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:
((اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا))
(متفق علیہ)
"بے شک تم میں سب سے بھلے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

دین میں چونکہ نیکی کے تصور میں تعبدی امور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور بعض اوقات اخلاقیات کو دنیاوی معاملہ قرار دے کر اس کی اہمیت کو کم کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:
((اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ)) (سنن ابوداؤد)
"مومن حسنِ اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔"

نیز یہ بھی فرمایا:
((مَامِنْ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ)) (سنن ترمذی)
"قیامت کی ترازو میں حسنِ خلق سے بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔"

دین میں اخلاق کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پہلو پر بھرپور توجہ دیں۔ نبی اکرم ﷺ کے مزاج مبارک کے حوالے سے بھی یہ چیز بنیادی ہے۔ قرآن مجید خود آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی گواہی دیتا ہے۔
﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (القلم)
"اور بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔"
نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

ہمارے ہاں اصلاحی گفتگوؤں میں چونکہ بار بار اخلاق کا ذکر آتا ہے اور اخلاقی اقدار کی اہمیت پر زور دیا جاتا ہے' اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق کے بارے میں پائی جانے والی چند غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب بھی اخلاق پر گفتگو ہوتی ہے تو اکثر و بیشتر اس سے مراد آداب کی نوعیت کی چند باتیں ہوتی ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں صاحب کے اخلاق بہت اچھے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ خندہ روئی، کشادہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں" آپ جناب" کر کے بات کرتے ہیں... معلوم ہوتا ہے کہ جھکے جا رہے ہیں۔ یقیناً یہ باتیں بھی اخلاق کا حصہ ہیں اور ظاہری ادب و آداب کی بھی ہماری تہذیب میں بہت اہمیت ہے، وہ تہذیب کہ جس کی بنیاد ہمارا دین ہے۔ لیکن یہ اخلاق کا کامل تصور نہیں ہے۔ اخلاق سے مراد انسان کا پورا کردار، اس کے رویے اور معاملات ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو اخلاق کا دائرہ ہر اس عمل کو محیط ہے جو انسان سے صادر ہوتا ہے' گویا حسنِ اخلاق عملِ صالح کے مترادف ہے۔

> **اخلاق سے مراد آداب کی نوعیت کی چند باتیں نہیں بلکہ انسان کا پورا کردار' اُس کے رویے اور معاملات ہیں۔**

دوسری بات جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم جس دین کے پیرو ہیں وہ ہماری پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں ایمانیات بھی ہیں، عبادات بھی ہیں، معاملات بھی اور اخلاقیات بھی۔ بلاشبہ اخلاق یا اخلاقی اقدار ہمارے پورے دین کا ایک نہایت اہم حصہ ہیں' لیکن بہرحال یہ کُل دین نہیں ہے۔ دین میں سب سے اہم چیز ایمان و اعتقاد ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں بھی اہلِ ایمان کے اوصاف بیان ہوئے ہیں وہاں آغاز ایمان سے ہوا ہے۔ جیسے:
﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ﴾ (البقرہ:177)
"نیکی یہی نہیں کہ تم شرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔"
﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ﴿۲﴾﴾ (المومنون)
"بے شک ایمان والے رستگار ہو گئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ابن جدعان ایام جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے کیا یہ ان کو نفع دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں نفع دے گا کیونکہ اس نے کسی دن یہ نہیں کہا کہ اے میرے رب بدلہ کے دن میری خطائیں معاف کرنا۔ (صحیح مسلم)

گویا ایمان اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ مغرب کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اس نے **اخلاقیات کو مابعد الطبیعیات** (ایمانیات و اعتقادات) سے کاٹ دیا ہے۔ جب تک اخلاقی اقدار کے پیچھے کوئی مابعد الطبیعیاتی حقیقت کارفرما نہ ہو اسلام کے نزدیک وہ رویہ یا عمل شکلاً تو اخلاقی ہو سکتا ہے' حقیقتاً نہیں۔

مغرب میں ایک دور میں مذہب کو اخلاق تک محدود کر دیا گیا' اور اخلاق کا بھی وہ محدود تصور جس کی طرف ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں۔ ان کے نزدیک ویسے تو مذہب اب ایک فرسودہ چیز ہے اور جدید دور کے انسان کو اس کی کوئی خاص حاجت نہیں' لیکن اگر مذہب کا کوئی مفاد ہے بھی تو وہ یہ ہے کہ اس سے انسان کے اخلاق کو جِلا ملتی ہے۔ ایک ملازم اگر مذہبی ہوگا تو وہ سچ بولے گا، عہد کی پاسداری کرے گا' کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا... وغیرہ، ان معنوں میں مذہبی شخص ایک اچھا ملازم ثابت ہوگا۔ یہ تصور کہ مذہب کا عمل دخل بس اخلاقیات تک ہے اتنا عام ہو گیا ہے کہ اب خود اہلِ مذہب نے بھی اس کو اختیار کر لیا۔ اسی وجہ سے دین' جس کی بنیاد ایمانیات پر ہے اپنی اصل سے ہٹ گیا۔

سرسید مرحوم نے ایک دور میں رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا تھا۔ اس کے پیچھے بھی شاید یہی جذبہ تھا کہ دین تو نام ہی اخلاقیات کا ہے اور اب اخلاقیات کے معاملے میں چونکہ انگریز قوم ہم سے آگے نکل گئی ہے اس لئے اعلیٰ اخلاق کا اب یہ مطلب ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو اہلِ مغرب کے اخلاقی معیار پر لایا جائے۔ وہ لوگ جو باہر کے ممالک جاتے ہیں وہ اپنے وطن واپس آ کر اس معاشرے کے یہی گن گاتے ہیں کہ جناب ہمارے ہاں تو بس اسلام کا نام ہے' اصل اسلام

اگر دیکھنا ہوتو وہ مغرب میں ملے گا۔

مغرب میں اخلاق کے تصور کو مابعد الطبیعیاتی اساسات سے کاٹ کر معاشرتی حقائق سے جوڑ دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا کہ انسان کے اندر مختلف جبلتیں پائی جاتی ہیں جن کی تسکین کے لئے اسے بہر حال معاشرتی اصول وضوابط کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔ گویا ایک معاشرتی وقانونی جبر ہے جو اس کو اخلاق پر مجبور کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں جو ہمیں نظم وبندوبست (discipline) نظر آتا ہے اور لگتا یہ ہے کہ جرائم اور کرپشن بہت کم ہے تو اس کی وجہ ان کا کوئی برتر انسان ہونا نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ وہاں قانون کی عملداری بہت مضبوط ہے۔ مغرب نے بہت محنت کر کے اور قربانی دے کر کچھ اداروں کو وجود بخشا ہے۔ امور انتظامی (management) کو انہوں نے بلندیوں تک پہنچادیا ہے اور نظام (systems) بہت مضبوط بنادیے ہیں جس کی وجہ سے وہاں نظم ونسق بہت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں قانون شکنی کو ایک طرح کی بہادری سمجھا جاتا ہے اور اس میں تسکین ملتی ہے جبکہ انہوں نے تعلیم وتربیت کے بہت منظم نظام کے ذریعے قانون کے تقدس کو عام آدمی کی شخصیت ونفسیات میں بہت گہرا اتار دیا ہے اور قانون کی پابندی کا ملکہ پیدا کردیا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ دنیوی راحتیں نہیں رہیں گی اگر قانون کی پابندی نہ ہو۔ ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنے 'حال' کو محفوظ کرلینا چاہتے ہیں، ان کے لئے سب کچھ 'آج'، 'یہاں'، 'نقد' اور 'فوری' ہے۔

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ صلے
وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝﴾ (الروم)

''یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں۔''

جبکہ ہم اپنے 'مستقبل' کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور ایک مسلمان کے لئے مستقبل کا کوئی تصور نہیں سوائے آخرت کے۔

﴿ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ﴾
(الحشر:18)

''اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے۔''

مغرب میں معاملات کے code of doing بہت پختہ ہیں اور ان معاملات کو چلانے کیلئے اخلاق ناگزیر ہیں۔

ہم مغرب میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ حسنِ انتظام کے ساتھ ساتھ بے حیائی بھی پائی جاتی ہے۔ جان لیجئے کہ اخلاق کا زیادہ تعلق حیاداری سے ہے نہ کہ حسنِ انتظام سے۔ ایک بدنظم، پھوہڑ شخص صاحب اخلاق ہوسکتا ہے، بے حیا آدمی کبھی بھی صاحب اخلاق نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں اور جب قانون کی گرفت کمزور ہوئی، وہیں درندگی اپنے تمام تر اوصاف کے ساتھ آموجود ہوئی۔ کتنی ہی مرتبہ ہم نے سنا اور پڑھا ہے کہ وہاں بجلی کا کوئی بریک ڈاؤن ہوا جس سے نظام کی گرفت کمزور ہوئی تو ایک گھنٹے بلکہ منٹوں میں کتنے گھناؤنے جرائم وجود میں آگئے۔ جب یہی ''مہذب'' مغربی آدمی ہر قسم کی دنیاوی جوابدہی سے بالاتر ہوجاتا ہے تو وہاں وہ درندگی وجود میں آتی ہے جس کی جھلک فلسطین، عراق اور افغانستان میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں اخلاق اور ایمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایمان اصلاً تو اللہ اور بندے کے درمیان ایک بہت ہی ذاتی رشتے کا نام ہے لیکن اسلام کا اعجاز یہ ہے کہ وہ فرد اور اس کے رب کے مابین اس رشتے کو پوری زندگی پر پھیلا دیتا ہے۔ تمام انسانوں سے ہمارا تعلق وحدتِ الٰہ اور وحدتِ آدم کی اساس پر قائم ہے۔ ہمارے ہر تعلق پر اللہ کے تعلق کا غلبہ ہونا چاہیے۔ یہاں جب بھی دو آدمی آپس میں کوئی معاملہ کرتے ہیں تو وہ دو ہی نہیں ہوتے' بلکہ اُن کے ساتھ اُن کا اللہ بھی ہوتا ہے' ایک مومن جب سچ بولتا ہے تو محض اس لئے نہیں کہ اس میں فائدہ ہے یا یہ چیز اس کو اندر سے تسکین پہنچاتی ہے یا اس سے معاشرے میں سدھار آتا ہے بلکہ اس لئے سچ بولتا ہے کہ یہ اس کے مالک کا حکم ہے۔

'خیر' محض ایک تصور ہے اگر ہدایت سے منسلک نہ ہو۔ وحی کی مدد کے بغیر پیدا ہونے والا اخلاق اصولی نقص اور عدم توازن کا حامل ہوتا ہے اور وہ نقص ہے خیر کا مبنی بر ہدایت نہ ہونا۔ وحی کے بغیر خیر پر اتفاق اور وثوق نہیں ہوسکتا۔ یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ انسانی فطرت کا خالق بھی اللہ ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے اندر فسق وفجور کا الہام کردیا۔ عام طور پر اس کو خیر وشر کہہ دیا جاتا ہے جو کہ مناسب نہیں ہے۔ اس الہامی فسق وفجور کا تعلق حدود الٰہی سے ہے۔ حدود ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی۔ اللہ کی حدود کی پاسداری تقویٰ ہے اور حدود کا شعور ہوتے ہوئے تجاوز کرنا فجور۔ انسان میں بنیادی حال 'تقویٰ' ہے۔ جو چیز حدود اللہ کے تابع ہے وہ تقویٰ ہے اور جو اللہ کی حدود سے متجاوز ہے وہ فجور ہے۔ گویا انسان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ جان لیتا ہے کہ کہاں وہ امر الٰہی کی تعمیل کررہا ہے اور کہاں سرتابی کا مرتکب ہورہا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ دین میں وہی اخلاقیات معتبر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے صحیح شعور اور آخرت کے واضح ادراک پر مبنی ہوں۔ اسی بات کو آپ ﷺ نے مختلف روایات میں کہیں "ایمانا واحتسابا" اور کہیں "ایمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ" کے الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ گویا ایک مومن کے تمام اعمال کا مبدا اللہ پر ایمان اور آخرت میں اللہ کی رضا کا حصول اور اس کی ناراضی سے بچنا ہے۔ اللّٰھم وفقنا للملك۔ آمین۔

<u>پڑھتا جا' شرماتا جا</u>

''یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود''

وائٹ ہاؤس میں ہونے والے افطار ڈنر میں امام عید کی جانب سے کرائی گئی دعا کا متن

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان' رحم والا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور پیغمبر ﷺ پر درود وسلام ہو۔

قادر مطلق خدا' ہم صدر جارج ڈبلیو بش کے مشکور ہیں جنہوں نے ہمیں یہاں جمع کیا ہے' رمضان کے بابرکت مہینے میں امریکی مسلمانوں اور رہنماؤں کو اپنا مہمان اور <u>اس عظیم قوم کا مہمان بنایا ہے</u> تا کہ ہم روزہ کھول سکیں۔

اے ہمارے خالق' گزشتہ مہینے ہم نے 11 ستمبر کے دہشت گردی کے حملوں کی پانچویں برسی منائی۔ آج ہم (ان حملوں میں) مرنے والوں اور ان کے ورثاء کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہم ان آگ بجھانے والے عملہ کے ارکان اور پولیس اہلکاروں کے لئے آپ کی برکت کے حصول کے لئے دعا گو ہیں' جنہوں نے اُس گھناؤنے جرم میں بچ جانے والوں کے مصائب وآلام کم کرنے میں مدد کی۔ یہ وہ ہیرو ہیں جنہیں ہم اُن کی بہادری کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

ہم ان بہادر افراد کو بھی یاد کرتے ہیں جنہوں نے معصوم لوگوں کی زندگیاں بچانے کی کوششوں میں اپنی جانیں قربان کردیں۔ <u>یہ ہیرو شہید ہیں نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے (انہیں) ہلاک کیا۔ قادر مطلق خدا' تشدد کی دہشت کو روکنے کے لئے ہمیں مل جل کر کام کرنے' معصوم لوگوں کے مصائب وآلام ختم کرنے اور دنیا میں امن وآشتی پھیلانے کے لئے ہماری مدد کر۔</u>

<u>اے خدا' اس عظیم قوم کو دہشت گردوں کی ناپاک کارروائیوں سے محفوظ رکھ اور اس کی قیادت کو سب کے لئے آزادی اور انصاف کا بول بالا کرنے کے لئے مسلسل کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔</u> اے خدا' اس محفل میں موجود افراد پر اور تمام نیک طینت لوگوں پر اپنی خصوصی برکتیں اور انعام واکرام کی بارش کر۔ آمین! (ماہنامہ ''خبر ونظر'' اسلام آباد)

تعلیم و تدریس اور کردار سازی

عتیق الرحمٰن صدیقی

ملک میں اساتذہ کی تعلیم و تربیت کے لئے اگر ایک طرف تربیتی ادارے قائم کئے گئے ہیں تو دوسری طرف گاہے بگاہے ورکشاپس کا اہتمام کر کے اساتذہ کی عملی تربیت بھی کی جاتی ہے۔ نظری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کا اہتمام یقیناً ایک اہم ضرورت ہے' خصوصاً ایسے حالات میں کہ نئے تعلیمی تصورات کی تفہیم و توضیح اور تشریح مقصود ہو۔ ان تعلیمی ورکشاپس کا ایک اہم فائدہ تو یہ ہے کہ اساتذہ کو باہم مل بیٹھنے' تبادلۂ خیال کرنے اور تعلیمی و تدریسی اور انتظامی مشکلات کو سمجھنے اور ان کا کوئی حل تلاش کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ راقم کو ذاتی طور پر متعدد ورکشاپس میں شرکت کرنے اور تربیت کرانے کے مواقع ملے ہیں۔ وقتی طور پر اساتذہ میں جوش و جذبہ کی فراوانی دیکھنے میں آئی۔ ان کے جذبات و احساسات میں ایک ہیجان برپا ہوتا دکھائی دیا' وقت و داع قصیدہ آرائی اور تعریف و توصیف کا عجیب سماں دیکھنے میں آیا مگر عملاً فیلڈ میں اس کے اثرات زیادہ تر معدوم نظر آئے۔ "ہر کہ درکانِ نمک رفت نمک شد" گویا وہ اثرات فضاؤں میں تحلیل ہو کر رہ گئے۔ سو وہی چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی' تربیتی کورسز کے بعد بھی نظر آنے لگی۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ اساتذہ کے رجحان اور میلان میں کیوں قابل ذکر تبدیلی رونما نہیں ہوتی اور وہ فکر جوان پر غالب چلی آتی ہے اس میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہو پاتا' انداز کار میں بھی کم فرق پڑتا ہے اور اخلاقی پہلو میں بھی کوئی نکھار نہیں آتا' انہیں اپنے حقوق یاد ہوتے ہیں مگر فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کرنے کی تڑپ ناپید ہوتی' اپنے منصب اور مقام کے تقاضوں سے بھی غافل رہتے ہیں۔ اس طرز فکر و عمل کی متعدد وجوہ ہو سکتی ہیں جن کا تذکرہ بالعموم ہوتا رہتا ہے' وہ بھی برقرار رہتی ہیں حالانکہ ان اسباب کو وہ خود دہراتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ میڈیا کی بدولت جو ماحول ارتقاء پذیر ہے اس نے اگر ایک طرف نوجوان نسل کو کنفیوز کر کے رکھ دیا ہے تو دوسری طرف اساتذہ کی اپنے پیشے سے کمٹمنٹ کو بھی متاثر کیا ہے۔ استاد اور شاگرد دونوں کا تقدس پامال ہوا ہے' متانت و سنجیدگی اور مطالعہ کی لگن اور تشویق میں خاصی کمی واقع ہوئی ہے' شارٹ کٹ سے کام لینے کی روش نے تعلیمی اداروں کے اندر نظم و ضبط کا بحران پیدا کیا ہے اور اعتماد کو بھی دھچکا لگا۔ پہلے وقتوں میں زانوئے تلمذ تہہ ہونے کی بات کی جاتی تھی اور احترام کی ایک فضا جنم لیتی تھی مگر اب وہ بوجوہ عنقا ہے۔ پیسوں کی چمک نے ماضی کی روایتوں کی چمک دمک کو گہنا کے رکھ دیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ معلم تھے' اپنی زبان مبارک سے انہوں نے فرمایا کہ "میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ آپؐ نے نبوت کے منصب پر فائز کئے جانے کے بعد ابلاغ کا فرض بطور احسن نبھایا' تلاوت آیات کے ذریعے' تعلیم کتاب کے ذریعے' حکمت کی باتیں بتاتے ہوئے اور تزکیہ و تصفیہ کا عمل جاری رکھتے ہوئے اپنے مقاصدِ بعثت کی تکمیل فرمائی۔ ان کی تبلیغ و تلقین میں انذار کا عنصر بھی تھا اور تبشیر کا پہلو بھی موجود تھا' پند و موعظت بھی شامل تھی اور توصیت کا انداز بھی تھا۔ آپؐ معروف کا حکم کرتے تھے اور منکر سے منع بھی کرتے تھے۔ یہ سب کچھ صحیفۂ ہدایات کی روشنی

> تربیتی اداروں اور تعلیمی ورکشاپس میں معلومات منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ کردار سازی پر توجہ دی جائے۔ اس کے لئے منبع و مرکز ہدایت قرآن حکیم کی تعلیمات سے پوری طرح استفادہ کیا جائے

میں روبہ عمل لایا جاتا تھا یعنی کتاب حکیم کے عین مطابق۔ تاریخ کے ہر دور میں انبیاء تشریف لاتے رہے اور ان پر کتابوں اور صحیفوں کا نزول بھی برابر جاری رہا۔ انہوں نے کتاب کے مندرجات کی توضیح و تشریح قول سے بھی کی اور اپنے عمل سے بھی اور اس طرح ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کرنے کی سعی و کوشش کرتے رہے۔

تعلیم کے عمل میں کتاب کے مندرجات کو سامنے رکھ کر بات کی جاتی ہے' الفاظ کے معنی کھولے جاتے ہیں' اسرار و رموز اور اصطلاحات کی وضاحت کی جاتی ہے' اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں' سوالات کا سامنا کر کے ان کے شافی و کافی جوابات مہیا کئے جاتے ہیں ان تمام تر امور اور نکات میں مضمر باتوں کو حکمت و تدبر سے راسخ کیا جاتا ہے' بعض باتوں کی بار بار مشق کرائی جاتی ہے تاکہ اس سے فکری پختگی پیدا ہو اور بہتر کردار کی تشکیل ممکن ہو' معلومات کا انتقال ہو یا ان کے مطابق عملی صورت و ہیئت کو منتقل کرنا ہو' اس کے لئے مختلف النوع اسالیب اپنانا پڑتے ہیں تاکہ اس بوقلمونی سے دلچسپی برقرار رہ سکے' خوشگوار اثرات مرتب ہو سکیں' معلم کا انداز تکلم اور تلطف آمیز رویہ تعلیم کے اس عمل اور سرگرمی میں خاصا مفید اور کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے قول و فعل کی یکسانیت متعلم کے لئے ایک درخشندہ مثال بن جاتی ہے۔

تعلیم کے اس عمل کے دوران جہاں ظاہری طور پر صفائی ستھرائی' نفاست و نظافت اور عمدگی کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے وہاں یہ بھی ناگزیر ہوتا ہے کہ غلط افکار و نظریات جڑ نہ پکڑنے پائیں' عادتیں ناہموار نہ ہوں' اخلاق بگاڑ و فساد سے محفوظ رہے' تعصب و تنگ نظری راہ نہ پائے' خیر و شر اور حق و باطل کے مابین فرق پوری طرح واضح رہے' نیکی کا رجحان پرورش پائے' قلب سلیم کی آبیاری ہو' نظریاتی تشخص غالب رہے' قوم' ملک اور وطن سے محبت برقرار رہے' تمام امور میں توازن' تناسب' اعتدال اور توسط کی روش موجود رہے' فکر و نظر اور عمل میں تطہیر کی یہ کاوش و کوشش' صرف وعظوں' تقریروں اور معلومات کو منتقل کرنے سے ثمر آور نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے لئے عملی طور پر مشق نہ کی جائے اور یہ مشق نیک اور صالح افراد ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ معلم نہ صرف پاکیزہ فکر کا حامل ہو بلکہ وہ حسن کردار سے بھی آراستہ ہو' تاکہ انفارمیشن مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ مربیانہ اور مزکیانہ کردار بھی ادا کر سکے۔ محض تعلیم اور ظاہری تہذیب تقریباً ہر قوم کے ہاں کامل یا ناقص طریق پر ضروری سمجھی جاتی ہے۔ مگر اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تعلیم و ترتیب کا مکمل نظام پیش کیا گیا ہے' انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی کو اس میں پوری طرح محفوظ رکھا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اسلامی ریاست کی تشکیل کر کے اس کی ایک تابندہ نظیر پیش کی ہے اور اسی اسوۂ حسنہ کے مطابق خلافت راشدہ میں اس کی عملاً توثیق کی گئی ہے۔

کیا یہ ایک مسلمہ امر نہیں کہ معلمین جس علم و عمل اور اخلاق و کردار کے مالک ہوں گے متعلمین بھی اسی کی تصویر ہوں گے' نصابات کی ترتیب و تدوین اور ترمیم کے عمل کے ساتھ یہ لازمی ہے کہ معلمین کی اخلاقی و عملی حالت کو بھی نگاہ میں رکھا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے طریقے کو اختیار کرو اور خلفائے راشدین کے طریقے کو اپناؤ" حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ اور اپنی سنت' اگر دونوں سے تمہارا تمسک رہے گا تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔" قرآن نے بھی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے راستہ پر چلنے کی تاکید کی اور فرمایا: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔" اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکرؓ' عمرؓ کا اتباع کرو' مطلب یہ ہے کہ صحیح تعلیم و تربیت کے لئے کتاب کے ساتھ مربی انسان کی ضرورت ہوتی ہے' صحبتِ صالح کے بغیر فکر و عمل کا صحیح منہاج حاصل نہیں ہو پاتا۔ اس منہاج کا خزینہ کتاب اللہ میں موجود ہے

اور اس کی تشریحات کے تمام تر خدوخال ختم الرسل ﷺ کی سیرت میں موجود ہیں' قرآن حکیم میں انہیں حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر نصابات اور تعلیمی ورکشاپس کو اس روشنی سے منور نہ کیا جائے گا تو حسب توقع نتائج مرتب نہیں ہوں گے اور تعلیمی بحران مزید خطرناک صورت اختیار کرتا جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم نصابی کتب کو اس طرح مدوّن کریں کہ وہ ہماری عملی زندگی سے مربوط ہوں' ایسی سرگرمیاں اور مشاغل تجویز کریں کہ عادتیں بھی سنوریں' رویوں میں بھی تبدیلی آئے اور روزمرہ کے طرزِ عمل میں بھی نکھار آئے' مثبت فکر فروزاں ہو' ملی وقومی جذبوں کو فروغ حاصل ہو' اپنے فکری ورثے کی نگہبانی کا ڈھنگ آئے' ماضی پر نازاں ہونے کے ساتھ مستقبل کی فکر بیدار ہو' معلم اور متعلم دونوں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما و ارتقاء ہو۔ مگر یہ اثرات اور نتائج اسی صورت میں برآمد ہو سکتے ہیں کہ ان اخلاقی قدروں کی پابندی کی جائے جو اہل علم کے لئے لازم ہیں۔ ایک تو جواب دہی کا احساس موجود ہو' علمی دیانت ہر لحظہ زیرِ عمل رہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''علم میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرو' علم میں خیانت مال میں خیانت سے زیادہ سنگین ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے اس کے بارے میں سوال فرمائے گا'' (طبرانی)۔ غرور اور خود پسندی کے مرض سے بچا جائے اور تواضع اور انکساری اختیار کی جائے۔ خودداری کے وصف سے متصف رہنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے' قول وفعل میں یکسانیت ہو۔ گویا علم منتقل کرنے والا اپنے عمل سے دیئے جانے والے علم کی شہادت دیتا ہو۔ قرآن نے کہا: ''کیا تم دوسروں کو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لئے کہتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو' کیا تم عقل سے بالکل کام نہیں لیتے'' (البقرہ) اور فرمایا کہ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں'' (الصف)۔ معلمین میں نہ صرف علم سے محبت ہو' مطالعہ کی لگن ہو بلکہ دوسروں تک پہنچانے کا شوق بھی ان میں موجود ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ کے آخر میں فرمایا تھا ''میری طرف سے لوگوں تک بات پہنچاؤ چاہے وہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو'' (متفق علیہ)

ہم نے مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تربیتی اداروں اور تعلیمی ورکشاپس میں معلومات منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ کردار سازی پر توجہ دی جائے۔ اس کے لئے قرآن حکیم کو منبع ومرکز ہدایت سمجھ کر اس کی تعلیمات سے پوری طرح استفادہ کیا جائے' محسن انسانیت نے تعلیم و تلقین اور تربیت کا جو اسلوب اختیار کیا اور جس انداز میں وہ بہت بڑی تبدیلی لائے اسی کو مشعل راہ بنا کر تربیت کا اہتمام کیا جائے' اسلامی اخلاقی اقدار سے مؤثر انداز میں روشناس کیا جائے۔ ان اساسی امور کو نگاہ میں رکھتے ہوئے جدید دور کی جدتوں اور ان تمام تر عصری ذرائع ووسائل سے کام لیا جائے جو فکر ونظر اور عمل کو ایک مثبت اور مفید سمت مہیا کر سکتے ہیں اور کردار کی مؤثر تبدیلی پر منتج ہو سکتے ہیں۔

دعوت و تربیتی سرگرمیاں

مسجد عبدالغنی اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں دورۂ ترجمۃ القرآن کا پروگرام

ناظم حلقہ جنوبی پنجاب جناب سعید اظہر عاصم نے اسرہ رشید آباد کے ساتھ ایک میٹنگ کا اہتمام کیا جو ان کے گھر 19 نومبر 2006ء کو منعقد ہوئی۔ یہ ان کے اس پروگرام کی ابتداء تھی جس کے تحت انہوں نے اسرہ جاتی سطح پر ملاقاتوں کا آغاز کیا ہے تاکہ ان اسروں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکے اور غیر حاضر رہنے والے رفقاء میں نیا عزم اور ولولہ پیدا کیا جائے اور انہیں اُس مقصد کی یاد دلائی جائے جس کے تحت انہوں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔

اس ملاقات میں ناظم حلقہ کے ساتھ امیر تنظیم اسلامی ملتان شمالی جناب پروفیسر محمود الٰہی' نقیب اسرہ رشید آباد پروفیسر اکبر نور اور ان کے 9 رفقاء نے شمولیت کی۔ درس قرآن کے بعد امیر حلقہ نے تمام رفقاء کا آپس میں تعارف کرایا۔ پھر اسرہ جاتی مصروفیات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے رفقاء کو تمام اجتماعات اسرہ میں اپنی حاضری کو یقینی بنانے کی تلقین کی۔

امیر حلقہ نے رفقاء کو انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اور تنظیم میں اس کی ضرورت کو اجاگر کیا' اور رفقاء کو اس کی ترغیب دلائی' تاکہ کوئی بھی رفیق اس کارِ خیر سے محروم نہ رہے۔ نیز انہوں نے رفقاء کو اپنی تربیت کے لئے مبتدی اور ملتزم تربیت گاہیں مکمل کرنے کی بھی ترغیب دلائی۔

یہ میٹنگ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی۔ ظہر کی نماز کے بعد ناظم حلقہ کی جانب سے کھانے کا اہتمام بھی تھا۔ کھانے کے بعد اس میٹنگ کا اختتام ہوا اور رفقاء ایک نئے جذبے کے ساتھ رخصت ہوئے۔ (مرتب: پروفیسر اکبر نور)

تنظیم اسلامی گوجر خان کا شب بیداری پروگرام

ماہ رمضان المبارک کے بعد شب بسری کا پہلا پروگرام 25 نومبر بروز ہفتہ جامع مسجد العابد میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب نئے رفیق تنظیم' احمد بلال کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الضحیٰ پر تقریباً ایک گھنٹہ مفصل گفتگو کی۔ اس کے بعد جناب اللہ دتہ نے درس حدیث دیا۔ نماز عشاء سے قبل جناب قاضی عبدالرشید نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کی اہمیت بیان کی۔

بعد نماز عشاء جناب فاروق حسین نے فرائض دینی کا جامع تصور پر گھنٹہ بھر گفتگو کی اور تمام اہم نکات کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ وقفے میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب بعنوان ''اسلام میں پردے کے احکام'' سماعت کیا گیا۔ رات ساڑھے نو بجے مقامی امیر جناب مشتاق حسین نے نظم جماعت سے متعلق گفتگو سوالیہ انداز میں کی اور بہت سے اہم نکات کو تفصیلاً بیان کیا۔ پروگرام کے اس سیشن کا اختتام تقریباً پونے دس پر ہوا۔

صبح ساڑھے چار بجے رفقاء نے نماز تہجد کے لیے اٹھنا شروع کر دیا۔ نماز فجر سے قبل رفقاء نے تلاوت کی۔ بعد نماز فجر راقم الحروف نے سورۂ قیامہ کی آیات کی روشنی میں درس دیا۔ ناشتے سے قبل ڈاکٹر صاحب کے پردے سے متعلق خطاب کا دوسرا حصہ سنا گیا۔ ناشتے کے بعد تقریباً صبح آٹھ بجے پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں مجموعی طور پر 40 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔
(رپورٹ: ندیم مجید)

✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

☆ بیٹی عمر 31 سال' تعلیم' بی ایس سی' بی ایڈ' اسکول ٹیچر' صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند کے لئے دینی مزاج رکھنے والے' تعلیم یافتہ' برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
تنظیم اسلامی حلقہ (زیریں' بالائی) سندھ سے وابستہ رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ: 0300-3075881

اطلاع

مستحق مریضوں کے لیے لیبارٹری ٹیسٹ' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ مفت کروانے کے لیے رابطہ کریں۔
فون: 0304-4273758

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے ناظم دعوت عامر خان کے والد اور والدہ دونوں علیل ہیں۔

☆ نقیب اسرہ گلشن اقبال کراچی محمد وسیم کی والدہ کا گزشتہ دنوں آپریشن ہوا ہے۔

☆ بزرگ رفیق تنظیم ذاکر الرحمٰن صاحب بیمار ہیں۔

☆ رفیق تنظیم سید نوید علی کی والدہ بیمار ہیں۔

☆ محمد علی انجم کی اہلیہ کو میجر ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین
قارئین سے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

✿✿✿✿✿

کون کہتا ہے......؟

عرفان صدیقی

لاہور میں ایک خواتین کانفرنس سے خطاب اور بعدازاں اخبارنویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے صدر پرویز مشرف کا لہجہ فاتحانہ تھا۔ اس کی ایک وجہ اُن کی خواہش اور منصوبہ بندی کے تحت ''تحفظِ حقوق نسواں بل'' کی منظوری تھی اور دوسری وجہ متحدہ مجلسِ عمل کی طرف سے استعفے دینے کے اقدام کو موخر کر دینا۔ جناب صدر نے کہا: ''تحفظِ حقوق نسواں ایکٹ'' جس طرح منظور ہوا اسی طرح اس پر عمل درآمد بھی ہوگا۔ اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں کیا جائے گی۔ جسے استعفے دینے ہیں وہ جلد دے۔ حکومت اس کے لئے تیار ہے۔ میں پاگل نہیں ہوں کہ اسلامی ملک میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف قانون بناتا پھروں۔ کون کہتا ہے کہ بل اسلام کے خلاف ہے؟ اتنی سمجھ ہونی چاہیے کہ یہاں قرآن کے خلاف کوئی قانون نہیں بن سکتا۔ یہ ایکٹ دنیا بھر کے سکالرز کے ساتھ بات چیت کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ استعفے دینے والے شوق سے استعفے دیں۔ ان استعفوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم تیار بیٹھے ہیں۔ جب تک میں ہوں بلکہ بعد میں بھی اس قانون کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔''

صدر یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ ''یہی لوگ تھے جنہوں نے قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے خلاف فتوے دیئے اور اب خواتین کے حقوق کے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں۔'' انہوں نے علمائے کرام اور مجلسِ عمل کا براہِ راست ذکر کئے بغیر کہا کہ ''اس قانون کی مخالفت کرنے والے منافق اور جھوٹے ہیں۔'' بل کی قومی اسمبلی سے منظوری کے بعد صدر نے قوم سے خطاب بھی فرمایا تھا جس میں انہوں نے بل کی مختلف شقوں کا حوالہ دے کر یہ واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ تحفظِ حقوقِ نسواں بل عین قرآن وسنت کے مطابق ہے۔

صدر کے لہجے میں بھر آنے والا اعتماد فطری ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے ایجنڈے کا اہم معرکہ سر کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ ان کے افتخار کا ایک سبب یہ بھی ہے بینظیر بھٹو کی پیپلز پارٹی نے بھی اُن کا ساتھ دیا ہے اور یوں انہیں اپنے منشور و دستور کے فروغ ونفاذ کے لئے مسلم لیگ (ق) سے کہیں زیادہ موثر قبیلہ مل گیا ہے جو زمین میں جڑیں بھی رکھتا ہے۔ ان کی پُر اعتماد طمانیت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس بل کی منظوری کے بعد متحدہ مجلس عمل نے قرآن وسنت کے نام پر جو سیاسی بحران پیدا کر دینے کا عزم کیا تھا وہ ذراسی ہلچل کے بغیر تحلیل ہو گیا اور گرجتی ہوئی گھٹائیں پانی کی ایک بوند برسائے بغیر خلاؤں میں گم ہو گئیں۔

لیکن صدر کا یہ دعویٰ بہر طور محل نظر ہے کہ منظور ہو جانے والا ایکٹ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ یہ نہایت ہی نازک مسئلہ ہے جس کی باریکیاں وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کی زندگیاں قرآن وحدیث کے مطالعے میں گزریں اور جو اسلامی احکامات کی تشریح وتعبیر کے تقاضوں سے آگاہ ہیں۔ کسی اقدام کو قرآن وسنت کے مطابق یا متصادم قرار دینے کے لئے مغربی جمہوری نظام پر مبنی پارلیمنٹ کی اکثریت کا فیصلہ بھی حرف آخر نہیں ہوتا۔ جن امور حیات کے بارے میں قرآن وسنت نے عمومی اصول فراہم کئے ہیں' اُن میں علماء وفقہاء کا اختلاف ہر دور میں موجود رہا لیکن اس اختلاف کی نوعیت ہمیشہ جزوی اور

> جلد یا بدیر پاکستان کا نظام قانون وعدل تحفظ نسواں ایکٹ کے اس تجاوز ناروا سے اسی طرح پاک ہو جائے گا جس طرح کسی نہ کسی روز ہمارے اڈے' ہماری بندرگاہیں اور ہماری فضائیں امریکی طیاروں' ہتھیاروں اور سیاروں سے خالی ہو جائیں گی اور ہمارے مقدس شعائر کا تمسخر اُڑانے والی ''روشن خیالی'' پناہ ڈھونڈتی پھرے گی

فروعی نوعیت کی تھی۔ اسے تضاد کا نام نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی جوہری اختلاف کہا جا سکتا ہے لیکن قرآن کریم کے متعین احکامات اور سنت نبویﷺ کی واضح تعلیمات کے حوالے سے علماء وفقہاء ہمیشہ یکسو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدود آرڈیننس میں ترمیمی ایکٹ کو مسلمانوں کے کسی بھی مکتب فکر کی حمایت حاصل نہیں ہو سکی۔ ابھی تک پاکستان کے کسی ایک بھی عالم دین نے تحفظ حقوق نسواں بل کو قرآن وسنت کے مطابق قرار نہیں دیا۔ علمائے کرام ایک کا ایک حلقہ ایم ایم اے کے پلیٹ فارم سے سرگرم سیاست ہے۔ ایم ایم اے میں دیوبندی' بریلوی' اہلحدیث' شیعہ سبھی نمایاں مسالک یا مکاتب فکر کے نامور علمائے کرام موجود ہیں۔ سیاست میں آنے یا کوئی غلط سیاسی فیصلہ کرنے سے اُن کی عالمانہ حیثیت ختم نہیں ہو جاتی۔ مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے ان تمام علماء کی متفقہ رائے بھی یہ ہے کہ نسواں ایکٹ قرآن وسنت سے متصادم ہے۔

جید علما کا ایک بڑا حلقہ عملی سیاست سے دور ہے اور ان میں سے بیشتر' دینی مدارس کے نظام' نصاب اور متعلقہ معاملات پر حکومت کے ساتھ شریک مذاکرات رہتے ہیں۔ اُن کا شمار بہر حال حکومت کے مخالفین میں نہیں ہوتا۔ حکومت' قانون سازی کے عمل کے دوران بھی ان سے مشاورت کرتی رہی بلکہ ایک باضابطہ معاہدے پر دستخط بھی ہو گئے۔ یہ سارے کے سارے علماء یک زبان اس قانون کو قرآن وسنت کے خلاف کہہ رہے اور ''مجلس تحفظ حدوداللہ'' کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کر لی ہے جس نے گزشتہ روز کراچی میں فقید المثال مظاہرہ کیا ہے۔ چودھری شجاعت حسین کے آستانہ عالیہ پر آنے اور چودھری صاحب کو یہ بتانے والوں میں کہ نسواں ایکٹ غیر اسلامی ہے دیوبندی مسلک کے مفتی محمد تقی عثمانی' مولانا حسن جان' مولانا فضل رحیم' مولانا انوار الحق' ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر اور قاری محمد حنیف جالندھری' بریلوی مسلک کے مفتی محمد منیب الرحمٰن اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی' اہلحدیث مسلک کے ڈاکٹر عبدالرشید اظہر اور شیعہ مسلک کے سید قاضی نیاز حسین نقوی شامل تھے۔ اگر اس مقام کے علمائے کرام کی رائے بھی قابل قبول نہیں تو پھر کون سا ''مفتی'' اور ''مجتہد'' رہنمائی کرے گا؟ اس معاملے میں رچرڈ باؤچر اور کنڈولیزا رائس کا ''فتویٰ'' بھی کارگر نہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اوقاف کی مساجد کے ائمہ وخطباء میں سے کسی ایک نے بھی سرکار کا تنخواہ دار ہونے کے باوجود اس ایکٹ کی حمایت میں رائے نہیں دی۔ جناب جاوید غامدی سے وابستہ توقعات بھی پوری نہیں ہو سکیں۔ نظریاتی کونسل کے ارکان کی ایوان صدر میں دعوت کے اگلے دن سرکاری خبر رساں ایجنسی کا بیان اخبارات کی زینت بنا کہ کونسل نے بل کی توثیق کر دی ہے لیکن اس اجلاس میں شریک غامدی صاحب نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ اس ملاقات میں یہ قانون زیر بحث آیا نہ کسی نے توثیق کی۔ توثیق کے حوالے سے نہ صرف کونسل بلکہ اس اجلاس کے سارے شرکاء انفرادی طور پر خاموش ہیں لیکن صدر صاحب پوچھ رہے ہیں' ''کون کہتا ہے کہ یہ بل اسلام کے خلاف ہے؟''

حدود آرڈیننس میں ترمیم کے معاملے میں صدر نے علمائے کرام کو فاصلے پہ رکھا۔ مشاورتی اجلاسوں میں بھی صرف سرکاری معتمدین' وزرائے کرام' سیاسی قائدین' اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین یا کچھ روشن خیال ارکان شریک ہوتے رہے۔ چودھری صاحب کی متوازی مساعی اپنا رنگ نہ جما سکیں۔ معلوم نہیں' چودھری صاحب نے اپنا استعفیٰ اس شرط کے ساتھ کیوں پیش کر دیا کہ اگر یہ بل غیر اسلامی ثابت ہو جائے تو میرا استعفیٰ قبول کر لیا جائے' جبکہ پورے ملک کے تمام علمائے کرام یکسو ہیں اور سب مسالک کی متفقہ رائے ہے کہ یہ قانون قرآن وسنت سے متصادم ہے تو پھر چودھری صاحب کو بتانا چاہیے کہ وہ کس فتوے کے انتظار میں ہیں؟ اب تک تو گجرات کی کسی مسجد کا پیش امام بھی اُن کی مدد کو نہیں آیا۔

(باقی صفحہ 17 پر)

☆ نمازی کے لباس پر تصویر بنی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟ ☆ رہبانیت سے کیا مراد ہے؟

☆ سودی لین دین سے معاشرہ کس طرح متاثر ہوتا ہے؟

☆ اگر کوئی کمپنی یا فرم اپنے ملازمین کی لازمی انشورنس اجتماعی طور پر کروائے تو کیا یہ جائز ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: نمازی کے لباس پر تصویر بنی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟ اس حوالے سے متعلقہ حدیث ضرور بیان فرمائیں۔ (محمد اسلم)

ج: اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ انسان کو کوشش کرنا چاہیے کہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں تصاویر نہ ہوں۔ اگر سامنے کسی جاندار کی کوئی تصویر لگی ہو یا اگر کوئی شخص تصویر والے کپڑوں میں نماز پڑھے گا تو یہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اس کی نماز ناقص ہوگی۔

س: اگر کوئی کمپنی یا فرم اپنے ملازمین کی لازمی انشورنس اجتماعی طور پر کروائے تو کیا یہ جائز ہے؟ کیا ایسی صورت میں کمپنی کے ملازمین شرعی طور پر مسئول ہوں گے؟ (جاوید اقبال)

ج: انشورنس کی موجودہ شکلوں کے بارے میں اکثر مستند علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ 'سود' اور 'غرر' کا مرکب ہیں' اس لیے غیر اسلامی ہیں۔ البتہ انشورنس کی کسی مخصوص قسم یا پالیسی کے بارے میں اُسی وقت رائے دی جا سکتی ہے جب اُس پالیسی کی جملہ تفصیلات معلوم ہو جائیں۔

س: قرآن کی رُو سے منافق کون ہے؟ کیا آج کسی مسلمان کو منافق کہا جا سکتا ہے؟ (وسیم عباس)

ج: نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک عملی نفاق اور دوسرا عقیدے کا نفاق۔ آج کے دور میں مسلمانوں میں عموماً عقیدے کا نفاق نہیں' بلکہ عملی نفاق پایا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات عملی نفاق اپنی شدت کے سبب اور توبہ اور رجوع نہ کرنے کے سبب عقیدے کے نفاق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم جس نفاق سے بحث کرتا ہے وہ عقیدے کا نفاق ہے اور قرآن میں منافقین کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ ان منافقین کے لیے ہیں جو عقیدے کے منافق ہیں۔ عملی نفاق کے لیے وعیدیں زیادہ تر احادیث میں آئی ہیں۔

س: سود کے لین دین سے معاشرہ کس طرح متاثر ہوتا ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں؟ (مرتضیٰ)

ج: سود یا ربا کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے اور اللہ کی حرام ٹھہرائی ہوئی ہر شے انسان کے مادی اور روحانی دونوں وجودوں کے لیے مضر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ربا عام ہو جائے وہاں مفلسی اور قلت رزق ڈیرہ ڈال لیتی ہے۔ اور اس بات کو سمجھنا قطعی مشکل نہیں۔ ایک طرف بیع وشراء' قرضِ حسن اور صدقہ وخیرات پر مبنی حلال اور بابرکت راستہ ہے' جس سے معاشی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں اور باہمی اخوت اور ہمدردی بھی قائم رہتی ہے۔ دوسری طرف کاروباری نفع ونقصان سے بے تعلق سودی قرضوں کا لین دین ہے' جو نہ صرف ضرورت مندوں کے ساتھ ظلم اور بے رحمی کا معاملہ ہے بلکہ سرمایہ کاری پر ناروا بوجھ بھی ہے۔ اسی سے بے روزگاری بھی پیدا ہوتی ہے اور افراط زر بھی۔ اس کی مضرت کا عملی مظاہرہ دیکھنا ہو تو کسی ایسے شخص کو یا ایسے ملک کو دیکھ لیں جو سود میں جکڑا ہوا ہو۔ باقی باتیں خود بخود سمجھ میں آ جائیں گی۔

س: رہبانیت سے کیا مراد ہے؟ کیا اسلام میں رہبانیت کی اجازت ہے؟ (محمد خلیق)

ج: رہبانیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے دنیا سے قطع تعلق کرنا ہے' چاہے یہ قطع تعلق معاشرے سے کٹ کر ہو یا معاشرے میں رہتے ہوئے۔ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن (سورۃ الحدید) میں رہبانیت کو بدعت کہا گیا ہے۔ اسلام کی رہبانیت جہاد وقتال ہے۔

بقیہ: کون کہتا ہے......؟

صدر مشرف نے ابھی تک دنیا بھر کے اُن ''سکالرز'' کے نام نہیں بتائے جنہوں نے اس بل کی تیاری میں حصہ لیا۔ انہیں امریکہ' برطانیہ اور یورپی ممالک سے تو مبارک باد کے پیغام موصول ہوئے لیکن کسی اسلامی ملک کے سربراہ نے ہدیہ تبریک پیش نہیں کیا۔ یہ تسلیم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ قرآن و سنت کے احکامات سے چھیڑ چھاڑ کی گئی ہے۔ ممکن ہے صدر صاحب کی موجودگی میں یہ قانون محفوظ رہے لیکن رُت بدلتے ہی یہ کسی کوڑا دان کا حصہ بن جائے گا۔ مجلس عمل کے استعفے نہ آنے سے مجلس کی توقیر ضرور کم ہوئی ہے لیکن یہ ایکٹ معتبر نہیں ہو گیا۔ جلد یا بدیر پاکستان کا نظام قانون و عدل اس تجاوز ناروا سے اسی طرح پاک ہو جائے گا جس طرح کسی نہ کسی روز ہمارے اڈے' ہماری بندرگاہیں اور ہماری فضائیں امریکی طیاروں' ہتھیاروں اور سیاروں سے خالی ہو جائیں گی اور ہمارے مقدس شعائر کا تمسخر اڑانے والی ''روشن خیالی'' پناہ ڈھونڈتی پھرے گی۔ اس وقت تک جناب صدر سمیت سارے اہل سرکار و دربار پوچھ سکتے ہیں: ''کون کہتا ہے کہ یہ بل اسلام کے خلاف ہے۔''

بقیہ: اداریہ

اُس وقت بھی تھا آج بھی ہے۔ صوبوں کی منافرت اور صوبائی عصبیت اُس وقت سے آج دو چند ہے۔ عوام اور حکمرانوں کے راستے اُس وقت بھی جدا تھے' آج بھی ہیں۔

علمائے کرام اور مذہبی سیاسی جماعتیں ہم سے بہتر سمجھتی ہیں کہ نظریاتی محاذ پر شکست کس قدر نقصان دہ ثابت ہوگی۔ اس جنگ کے نتائج دنیا میں بھی ظاہر ہوں گے۔ اس کے اثرات مسلمانوں کی زندگیوں پر مرتب تو ہوں گے لیکن یہ ہماری آخرت اور عاقبت کا بھی سوال ہے۔ اسمبلیوں کی نشستیں آخروی نجات کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ظاہر ہے دشمن حقوق نسواں بل کی منظوری پر اکتفا نہیں کرے گا۔ اُس کا ہدف اسلام ہے۔ ہم جوں جوں پسپائی اختیار کریں گے وہ آگے بڑھتا چلا آئے گا۔ حالات جو رخ اختیار کر رہے ہیں' اگر ہم نے ایمان کی مضبوطی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا تو نظریاتی سرحدوں کا سولہ دسمبر بھی آ سکتا ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

فلسطین اتھارٹی میں ابتری

فلسطین اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے اعلان کیا ہے کہ اگر قومی حکومت بنانے کے سلسلے میں حماس سے بات چیت ناکام ہوگئی تو وہ نئے انتخابات کروانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ خیال ہے کہ جمعرات کو فلسطینیوں سے باقاعدہ خطاب کے دوران وہ اس امر کا اعلان کریں گے۔ تاہم انہوں نے حماس سے گفت وشنید کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ جواب میں حماس نے اس اعلان کی سخت مذمت کی ہے۔ اتھارٹی کی پارلیمنٹ میں حماس ارکان کے سربراہ خلیل حیّی کا کہنا ہے: ''اس اعلان کا واحد مقصد فلسطینی سیاست سے حماس کو باہر نکالنا ہے۔ یہ فیصلہ قومی مفاد کے خلاف ہے اور اس سے صورت حال مزید خطرناک ہو جائے گی۔'' خلیل حیی کا کہنا ہے کہ ''حماس قومی حکومت بنانے کے سلسلے میں غور وفکر کر رہی ہے' تاہم اس کی حکومت گرانے کی کوششیں ہوئیں' تو وہ منہ توڑ جواب دے گی۔ اگر صدر عباس نے نئے پارلیمانی اور صدارتی انتخابات کروانے کا فیصلہ کر لیا تو حماس ہرگز اسے تسلیم نہیں کرے گی۔''

یاد رہے حالیہ فلسطینی پارلیمنٹ نے اس سال جنوری میں حلف اٹھایا تھا۔ اس کے انتخابات میں حماس نے شاندار کامیابی دکھا کر سبھی کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ تاہم یہ کامیابی امریکا' اسرائیل اور ان کے حواریوں کو ہضم نہ ہوئی اور انہوں نے اتھارٹی کو دی جانے والی امداد بند کر دی۔ رقم نہ ہونے سے اتھارٹی کے ہزاروں ملازمین کو تنخواہیں نہیں ملیں اور یوں بحران پیدا ہو گیا۔ ایران اور عرب ممالک کی مالی امداد سے یہ بحران ٹل گیا' مگر خطرہ وقتی طور پر دور ہوا ہے۔ الفتح سے تعلق رکھنے والے صدر عباس کا اصرار ہے کہ عالمی امداد حاصل کرنے کے لیے حماس اسرائیل کو تسلیم کر لے مگر تنظیم یہ قدم اٹھانے سے انکاری ہے۔

اس پارلیمنٹ کو 2010ء تک کام کرنا ہے اور فلسطینی بنیادی قانون میں نئے انتخابات کے سلسلے میں کوئی شق نہیں۔ حماس کا کہنا ہے کہ شق کی غیر موجودگی کے باعث نئے انتخابات نہیں کروائے جاسکتے۔ الفتح کہتی ہے کہ بنیادی قانون میں چونکہ کوئی مخالفانہ شق نہیں' اس لیے نئے انتخابات کروائے جاسکتے ہیں۔

اس صورت حال سے صاف ظاہر ہے کہ فلسطین اتھارٹی کی دونوں بڑی سیاسی جماعتیں ایک دوسرے سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہیں جو نہایت خطرناک امر ہے۔ اس سے نہ صرف فلسطینیوں کو نقصان پہنچے گا' بلکہ اسرائیلیوں کی پوزیشن مزید مضبوط ہو جائے گی۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ فلسطینی اپنے مقصد کے حصول کی خاطر تمام تر اختلافات بھلا کر متحد ہو جائیں۔ اب تو امریکا اور برطانیہ نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں فساد کی جڑ فلسطین اور اسرائیل کا تصادم ہے۔ اگر فلسطینی ایک دوسرے سے ہی الجھ گئے' تو پھر انہی کی تحریک آزادی کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔

شاہ عبداللہ کا فکر انگیز خطاب

پچھلے دنوں سعودی دارالحکومت میں خلیج رابطہ کونسل کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس موقع پر ارکان کونسل' سعودی عرب' بحرین' کویت' عمان' قطر اور متحدہ عرب امارات کے صدور موجود تھے۔ کئی برس بعد یہ پہلا موقع ہے کہ کونسل کے تمام رکن ممالک کے صدور نے سالانہ اجلاس میں شرکت کی ہے۔

اجلاس سے سعودی فرمانروا' شاہ عبداللہ نے فکر انگیز خطاب کیا۔ ان کا کہنا ہے: ''عرب دنیا اس وقت ایسے ایٹم بم کی مانند ہے جو پھٹنے والا ہے۔ ہمارا علاقہ کئی خطرات میں گھر چکا ہے۔ مثلاً فلسطینی' اسرائیل کے مخالفانہ اور گھناؤنے قبضے تلے پس رہے ہیں' جب کہ بین الاقوامی برادری تماشائیوں کی طرح یہ خونی المیہ دیکھنے میں مصروف ہے۔ پھر یہ کہ اندرونی اختلافات کے ذریعے بھی فلسطینی کاز کو زیادہ خطرے لاحق ہیں۔ اسی طرح عراق میں بھائی ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں (شیعہ سنی فسادات کی طرف اشارہ ہے)۔ لبنان میں خانہ جنگی کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ نا اتفاقی کے گہرے بادل اِس ملک پر چھا رہے ہیں۔ یوں ایک ہی ملک کے بیٹے آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں گے۔''

یاد رہے کہ خلیجی ممالک عراق میں ایرانی حکومت کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ اور ایٹمی منصوبے پر اس کے مغرب سے اختلافات کے باعث بھی متوحش ہیں۔ تاہم کونسل کے سیکرٹری جنرل عبدالرحمٰن الاعطیہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ''خلیجی عرب ممالک کو ایران سے کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ ایرانی حکومت نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ اس کا ایٹمی پروگرام پُرامن ہے۔''

قرآن مجید کا ایک انوکھا نسخہ

مسلمانوں کا قرآن حکیم سے محبت ایک مظہر یہ ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے اُسے غیر معمولی بنا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کئی مسلمانوں نے نہایت چھوٹے قرآن مجید بنا کر اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے اور سب سے داد پائی ہے۔ حال ہی میں بھارتی ریاست' تامل ناڈو کے ایک مسلمان راجہ شریف نے سات فٹ لمبا قرآن پاک تیار کیا ہے۔ اس قرآن مجید کے 610 صفحات ہیں اور یہ 250 کلو وزنی ہے۔ سارا قرآن پاک ہاتھ سے لکھا گیا ہے جو اُسے مزید منفرد حیثیت عطا کرتا ہے۔ یہ کارنامہ نواب آرکاٹ' شہزادہ محمد علی کی سرپرستی میں انجام دیا گیا۔

عراق میں بش حکومت کے اقدامات

امریکی حکومت نے کچھ عرصہ قبل ''عراق اسٹڈی گروپ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا تاکہ وہ عراقی صورت حال کے بارے میں تجاویز اور مشورے دے سکے۔ اس کا سربراہ سابق سیکرٹری خارجہ جیمز بیکر ہے۔ پچھلے دنوں گروپ نے اپنی رپورٹ جاری کر دی جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ امریکی حکومت 2008ء تک عراق سے اپنی فوج بلوانے کے سلسلے میں اقدامات کرنا شروع کر دے۔

امریکی اخبارات کے مطابق صدر بش نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ گروپ کی سفارشات پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ تاہم متضاد رپورٹیں بھی سامنے آ رہی ہیں۔ مثال کے طور پر واشنگٹن پوسٹ نے صفحہ اول پر یہ مضمون چھاپا ہے کہ بش حکومت نے عراقی صورت حال کے سلسلے میں مختلف نقطۂ نظر اپنا لیا ہے اور یہ تین نکاتی ایجنڈے پر مشتمل ہے۔ یہ تینوں نکات گروپ کی سفارشات کے برعکس ہیں۔ بش حکومت کی نئی حکمت عملی کے تحت عراق میں 15 سے 30 ہزار مزید فوجی بھیجے جائیں گے تاکہ وہ بغداد کو محفوظ بنا سکیں نیز عراقی افواج کو تربیت دیں۔ (یاد رہے کہ عراق میں پہلے ہی تقریباً ڈیڑھ لاکھ امریکی فوجی موجود ہیں۔) دوسرے نکتے کی رو سے امریکی فوج کی توجہ اندرونی اختلافات سے ہٹانا مقصود ہے' تاکہ وہ حریت پسندوں کو تلاش کر سکے۔ حکمت عملی کے تیسرے نکتے پر عمل کرتے ہوئے بش حکومت عراق کے شیعہ طبقے سے تعلقات بڑھنا چاہتی ہے اور سنی باغیوں سے گفت وشنید نہیں کرے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بش حکومت گروپ کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے امریکی افواج کو واپس بلاتی ہے یا اپنی حکمت عملی کے تحت عراق میں اپنی موجودگی مزید بڑھا دیتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ عراق اسٹڈی گروپ کی رپورٹ سے صاف ظاہر ہو گیا کہ عراق میں امریکی کیوں مروائے جا رہے ہیں...... وہ تیل کی خاطر مر رہے ہیں۔ رپورٹ کے پہلے صفحے پر ہی یہ فقرہ ملتا ہے ''عراق میں تیل کے دوسرے بڑے ذخائر واقع ہیں۔'' اسی لیے یہ ملک امریکا کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ جس کی معیشت اور کاروبار بڑی حد تک تیل کی دولت پر استوار ہے۔ گروپ کے ارکان نے پھر انتہائی جانب دارانہ انداز میں وہ سفارشات پیش کی ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے عراق میں امریکی حکومت اپنے ملک اور اپنی کارپوریشنوں کا تحفظ کر سکتی ہے۔ ان سفارشات پر عمل کیا گیا' تو عراق تیل کی عالمی کمپنیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائے گا۔

طالبان کی جرگوں میں شمولیت

پاکستان اور افغانستان کی حکومتیں عنقریب اپنے اپنے ملک میں قبائلی سرداروں کا جرگہ بلوانے کا سوچ رہی ہیں۔ جرگوں کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ قبائلی سرداروں کو متحد کیا جا سکے' تاکہ جو علاقے سرکاری کنٹرول سے باہر ہیں' وہاں ان کی مدد سے قانون کی رٹ نافذ ہو سکے۔ ایک اور مقصد افغانستان میں جاری طالبان کی بغاوت ختم کرنا ہے جس نے امریکا اور نیٹو کو ''وخت'' ڈال دیا ہے۔

حال ہی میں طالبان کے ترجمان' قاری محمد یوسف نے بیان دیا ہے کہ اگر جرگوں میں طالبان کو مدعو کیا گیا' تو وہ ضرور ان میں شریک ہوں گے۔ قاری صاحب کا کہنا ہے کہ طالبان سیاسی اور فوجی لحاظ سے افغانستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے اور اُسے نظر انداز کر دینے سے جرگے محض سیاسی ملاقات بن کر رہ جائیں گے۔ یاد رہے کہ بعض قبائلی سردار طالبان کے معتدل مزاج رہنماؤں کو بلوانا چاہتے ہیں تاکہ امن کی طرف ٹھوس پیش رفت ہو سکے۔

کیا یہ ہے
پاکستان کا روشن خیال چہرہ؟

سردار اعوان

اخبارات میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف نے ورلڈ پرفارمنگ آرٹ فیسٹیول کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بدقسمتی سے انتہا پسند پاکستان کے امیج کو تباہ کر رہے ہیں۔ ثقافتی سرگرمیوں کو غیر اسلامی قرار دینا چاہتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی نہیں ہے' ہم پاکستان کا روشن خیال چہرہ دنیا کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ صوفی ازم کی اشاعت سے محبت' امن اور بھائی چارے کے فروغ میں مدد ملے گی۔

اس روز کے نوائے وقت میں ''مسلم دنیا اور گلاس کلب'' کے عنوان سے ایک مضمون بھی شائع ہوا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ یہ گلاس کلب مسلم دنیا میں اپنا وسیع نیٹ ورک قائم کر چکے ہیں۔ بہت سے ماڈرن سوشل ادارے اور مغرب زدہ این جی اوز انہی گلاس کلبوں کی پرچھائیاں ہیں جن کا رکن بننے کے بعد بااثر افراد اس طرح اہم ترین پالیسیاں بدلتے ہیں جس طرح ان کی کوئی وقعت نہ ہو۔ اللہ اور رسول ﷺ کا نام لینے والے دہشت گرد کہلاتے جا رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسے ستم ظریفی ہی کہنا چاہئے کہ جہاں 10 نومبر کے اخبارات میں صدر صاحب کا مذکورہ بیان شائع ہوا تھا' اس کے ساتھ درگئی میں جاں بحق ہونے والے فوجی جوانوں کی اجتماعی نماز جنازہ کی خبر بھی تھی۔ اس قسم کی خبریں گزشتہ برس کے تباہ کن زلزلہ کے ضمن میں بھی دیکھنے میں آئی تھیں کہ متاثرین کی امداد کے لئے بعض مقامات پر ثقافتی پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے۔ یہ گویا پاکستان کے ''روشن خیال چہرے'' کا ایک رخ ہے جو غالباً پوری دنیا میں اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اب ہم موت بھی ثقافتی سرگرمیوں کے ذریعے مناتے ہیں۔

اس کا دوسرا رخ وہ ہے جس کی ایک تصویر بی بی سی نے ''دوسری کہانی: ویلکم ٹو لاہور'' میں دکھائی ہے۔ اس تقریب کا جو آنکھوں دیکھا حال بیان کیا گیا ہے اس کی رو سے ہم یورپ اور امریکہ سے کچھ آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں لوگ اس قسم کی باتوں کو کوئی معاشرتی برائی تصور نہیں کرتے' لہٰذا سب کچھ کھلے عام ہوتا ہے جبکہ ہمارے ہاں اُسے ابھی عوام میں وہ مقام حاصل نہیں ہوا۔ مذکورہ کہانی کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

''......اچھا وقت گزارنے میں مصروف کسی کو یاد نہیں کہ صبح ہونے میں اب زیادہ وقت باقی نہیں ہے۔ مگر صبح ہونے سے پہلے خبر ہو جائے' اس کے لئے لان کے بیچوں بیچ ایک ایسی طاقتور لائٹ لگائی گئی تھی جس کا رخ آسمان کی طرف تھا۔ پارٹی کا اختتام اسی لائٹ کی روشنی میں کیا گیا۔''

8 نومبر کو پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام' مشائخ عظام اور اہم شخصیات نے ایک بہت بڑا اشتہار اخبارات میں شائع کرایا تھا جس میں حکومت سے اپیل کی گئی تھی کہ ''حکومتی جماعتیں اور ارکان پارلیمنٹ اسلامی قوانین کے خلاف مغرب کے یک طرفہ اور معاندانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف بیرونی ایجنڈے کو تقویت دینے کی بجائے خدا کے لئے حقائق پر غور کریں اور ایسے وقت میں جبکہ ملک بے شمار مسائل میں گھرا ہوا ہے ایسے بے معنی اور غیر شرعی قوانین نافذ کر کے ملک میں انتشار پھیلانے سے گریز کریں۔''

تنظیم اسلامی نے اس کی تائید اور خیر مقدم کرتے ہوئے 10 نومبر کو نوائے وقت میں نمایاں طور پر ایک اشتہار شائع کرایا تھا جس میں علماء کرام اور مشائخ عظام کی جانب سے شائع کرائے گئے اس اشتہار کو ''نہ صرف مسلمانانِ پاکستان کی خیر خواہی بلکہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین حق کی حفاظت کا سامان'' بھی قرار دیا تھا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کون لوگ ہیں جن کا صدر صاحب بار بار ذکر فرماتے ہیں کہ وہ ''پاکستان کے امیج کو تباہ کر رہے ہیں؟'' کیونکہ علماء کرام اور مشائخ عظام کی اکثریت حکومت میں شامل ہے۔ ان کی جانب سے اگر کبھی کبھار کسی مسئلہ میں اسلام کے نام پر اپیل کی جاتی ہے تو یہ ایسی کوئی خطرناک بات نہیں' اس طرح کی باتیں دنیا کے ہر ملک میں مذہبی لوگوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں۔ صدر صاحب جن لوگوں کو ''انتہا پسند'' کہتے ہیں وہ شاید اس ملک کے غریب عوام ہیں' جو معاشی طور پر اس قابل نہیں ہیں کہ کبھی کبھار انہیں بھی ''اچھا وقت گزارنے'' کا موقع میسر آ سکے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم مغرب والوں کو پیچھے چھوڑ جائیں۔

✿✿✿✿✿

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور۔

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 45

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Joe Klein

The Absurdity of it All

Bush's summit with al-Maliki had all the makings of a dramatic turning point. Instead it was a farce.

SUBSCRIBE TO TIMEPRINTE-MAILMORE BY AUTHOR

Posted Sunday, Dec. 03, 2006

Vignette StoryServer 5.0 Mon Dec 11 12:47:31 2006 What on Earth happened last week? There were all sorts of leaks, rumblings and vibrations leading up to President George W. Bush's hastily arranged meeting with Iraqi Prime Minister Nouri al-Maliki. Something was up. There was a crisis. Dramatic action was indicated. The President was anxious to go on the offensive after the Democratic election victories and before the Baker-Hamilton Iraq Study Group report. He was going to press al-Maliki to do something unpleasant—perhaps move against the most powerful Shi'ite militia, the Mahdi Army led by Muqtada al-Sadr. Al-Maliki seemed to be resisting Bush's pressure. He snubbed the President, refusing to meet him in the evening.

And then ... nothing. The two men met for breakfast. They had a press conference. Bush said al-Maliki was the "right guy" to run Iraq, an endorsement that may sidle into history along with "Brownie, you're doing a heck of a job" and Bush's recent, full-throated pre-election support for Donald Rumsfeld. Bush also said in a petulant tone that U.S. forces would stay in Iraq "until the job is complete." Afterward, Iraqi and U.S. diplomatic spinners asserted that al-Sadr's name had barely come up in the discussions. That Bush hadn't pushed al-Maliki on anything. That al-Maliki had in fact pushed Bush for more control over the Iraqi security forces.

Excuse me, but I'm not sure I understand: the President of the United States flew halfway across the world to stubbornly renew his "stay the course" rhetoric only to be snubbed and pressured by an incompetent, powerless U.S. client whose government seemed in danger of collapse? Given the absurdity of the situation, Washington was aflutter with speculative scenarios.

Scenario 1: The President really intended to pressure al-Maliki on al-Sadr and failed. There is a lot of circumstantial evidence for this. There were two spectacular—one might even say suspicious—front-page news leaks in the New York Times in the days before the summit. First there was the report that Hizballah was training members of al-Sadr's militia. This placed in one bull's-eye almost all Bush's favorite evildoers—Hizballah; Iran and Syria (which support Hizballah); and al-Sadr, whose Shi'ite organization has been responsible for much of the recent violence against Sunnis in Iraq. The slap-Sadr scenario had some powerful covert supporters, especially among Sunni governments. The Saudis had summoned Dick Cheney to Riyadh on Nov. 25 in order to convey, among other things, their distress with the rise of "Iranian-backed Shi'ite militias ... butchering Iraqi Sunnis," as Nawaf Obaid, a Saudi security expert, put it in a Washington Post Op-Ed piece last week. Obaid threatened "massive Saudi intervention" in Iraq to prevent "a full-blown ethnic-cleansing campaign" against Sunnis if the U.S. cut and ran.

The slap-Sadr scenario was reinforced by the second New York Times leak—a memo from National Security Adviser Stephen Hadley to the President, in which Hadley expressed despair over al-Maliki's incompetence. "He impressed me as a leader who wanted to be strong, but was having difficulty figuring out how to do so," Hadley wrote. The conventional assumption was that this was a purposeful White House leak, sending the message that Bush wanted al-Maliki to allow U.S. forces to move against the Mahdi Army, a step that al-Maliki has resisted so far—and with good reason, since al-Sadr has been al-Maliki's prime source of support in the Iraqi governing coalition. But if the leak of the Hadley memo was some sort of awkward Bush strategy, it failed. Al-Maliki refused to sup with Bush. They breakfasted—and it's possible bread was broken only after the White House agreed not to push on al-Sadr. The body language between the two men was dire. Bush seemed severely ticked off during the press conference.

Scenario 2: Maybe the leaks weren't organized and didn't come from the White House. The Times stories were reported by Michael Gordon, the paper's chief military correspondent. The source for the Hizballah story was "a senior American intelligence official," which often means military intelligence; the cia usually asks reporters not to identify its senior officials that way.

There is a small, but not insignificant, faction in the U.S. military that thinks the only way to stabilize Baghdad is to forcibly disarm al-Sadr's militia. The Hizballah story may have been unofficial, second-tier military lobbying. And the Hadley memo? "A parting gift from Don Rumsfeld," guessed an Iraq expert with close ties to the White House. "He's the only one who had access and motivation. The memo proves his point: it's the political process, not the military operation, that's the problem in Iraq." Would Rumsfeld be so spiteful as to embarrass the President like that? We'll probably never know. It may be that the President's agenda for the al-Maliki meeting was a relatively simple public relations ploy: to show support for a weak Iraqi partner and—with the Baker-Hamilton report looming—to reassert that Bush will be the "decider" on Iraq strategy. But even that simple mission failed.

The President looked foolish. Nothing he did last week slowed the collapse of Iraq. Nothing he did bolstered his political standing at home or in the region. Nothing he did showed the slightest indication that he accepted reality in Iraq. (Courtesy: TIME)